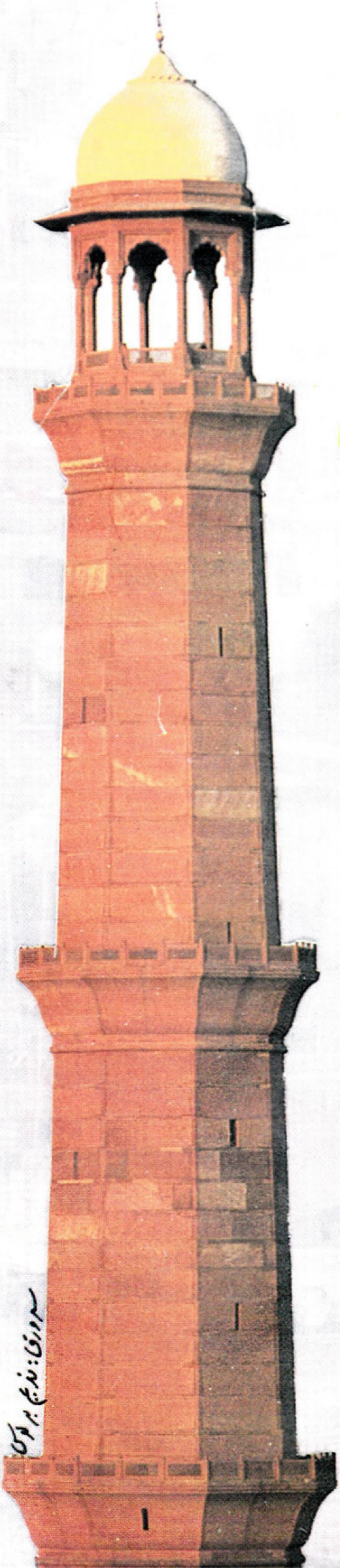


لاہور کی روحانی قدریں

لاہور کی فضاؤں میں سیرتِ پاک کے مہکتے لمحات

حنیف محمود

سرورق: نذیر بروکی

لاہور کی رُوحانی قدریں

لاہور کی فضاؤں میں مسیح

پاک کے مہکتے لمحات

حصّہ اوّل

مصنف

حنیف احمد محمود

انتساب

اپنے والد محترم چوہدری نذیر احمد سیالکوٹی مرحوم کے نام جن کی شب و روز کی دعاؤں نے میری تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

اور

جماعت احمدیہ لاہور کے ان روشن ستاروں کے نام جن کو خدا تعالیٰ کے الہام میں پاک ممبر کے لقب سے نوازا گیا۔

”لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ان کو اطلاع دی جاوے۔نظیف مٹی کے ہیں وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی“

”لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔وسوسہ پڑ گیا ہے پر مٹی نظیف ہے۔وسوسہ نہیں رہے گا۔مٹی رہے گی“

”اس جگہ (لاہور) کی جماعت کی بنیاد ایسے لوگوں سے پڑی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت سے اخلاص رکھتے ہیں جب آپؑ نے ابھی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا اور براہین لکھی جا رہی تھی“

(حضرت مصلح موعودؓ)

انڈیکس

حرف توصیف

(پیش لفظ)

مکرم برادرم مولانا حنیف احمد محمود صاحب نے اپنی اس مبارک تصنیف کی صورت میں جماعت احمدیہ لاہور کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کا کام سرانجام دیا ہے۔ آپ نے کمال خوبی اور انہماک کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان تمام سفروں اور قیام گاہوں کا ذکر اپنی تصنیف میں محفوظ کر دیا ہے۔ جن کا تعلق لاہور شہر سے تاریخی طور پر ثابت ہے۔ یہ تمام مواد تاریخی حوالہ جات، تحریرات اور مندرجات کے ساتھ اس قدر عرق ریزی سے پہلے مرتب نہیں ہو سکا تھا۔ مصنف نے یہ کام بظاہر مختصر تصنیف میں بہت احسن طور پر مکمل کر دکھایا ہے۔ جو قابل ستائش ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگ ترین خاندانوں کا ذکر اور ان کی تاریخ ساز رہائش گاہوں کی نشان دہی اور ان کا تفصیلی احوال۔ ان خاندانوں کی نئی نسل اور نئی پود کے لئے نہ صرف جائز حد تک قابل فخر و ستائش ہے بلکہ ان کے لئے ان کے ''فرائض منصبی'' کو اجاگر کرنے کا بھی انشاءاللہ موجب ہوگا۔

خاکسار کی رائے میں یہ تصنیف ہر رنگ میں توصیف طلب ہے خدا کرے کہ مولانا کا یہ کارِ خیر محض اس کے فضل و احسان سے ہر رنگ میں معروف و مقبول ہو۔ آمین۔ ثم آمین

غالب احمد راجہ

29۔ اگست 1996ء

پیش لفظ

تاریخ احمدیت میں لاہور کو بھی ایک اہم مقام حاصل ہے۔ یہ وہ شہر ہے جس کی خاک میں وہ خوشبو بسی ہوئی ہے جو امام دوراں کے وجود مسعود کے اس شہر میں ورود اور مختلف مقامات پر قیام سے، ہر چار سو پھیلی۔ اس شہر میں ہمیشہ اس امام محترم کی پُر جلال و پُر جمال آواز کی بازگشت سنائی دیتی رہے گی۔ جو پبلک جلسوں اور نجی محفلوں میں بڑی شان سے اُبھری۔ اس خوشبو پہ کوئی مخالف بند باندھ سکا۔ نہ باندھ سکے گا۔ اس آواز کو جو یہاں سے اُبھری کوئی دبا سکا نہ دبا سکے گا۔ مگر کوئی تو ہو، جو ان پیاری محفلوں، ان پُر شوکت جلسوں کا ذکر دہرائے تا ایک بار پھر وہ پیاری یادیں تازہ ہو جائیں۔ وہ سریلی آواز پھر کانوں میں رس گھولے اور پُر معارف کلام پھر سنائی دے۔ اور ہم پھر ان گلیوں، ان مکانوں تک پہنچ جائیں جہاں حضور علیہ السلام کے مبارک قدم پڑے۔ یہ کتنی خوش قسمتی ہے لاہور کی اور کتنا اہم ہو جاتا ہے یہ شہر کہ اس کی مساجد میں حضرت مسیح موعود علیہ اسلام نے اس وقت بھی نمازیں ادا کیں جب انہیں ابھی خلعت سے نوازا جانا تھا۔ جہاں حضور نے آریوں اور دوسرے ادیان پر اتمام حجت کے لئے بڑے زوردار حملے کیئے اور جہاں اللہ نے آپ کو دائمی قرب کی اطلاع دی اور پھر اشک بار آنکھوں نے اس چودھویں کے چاند کی آخری کرنیں دیکھیں۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ مولانا حنیف محمود صاحب فاضل عربی کی بہت خوبصورت پیشکش، ان کی تالیف ''لاہور کی روحانی قدریں'' پڑھتے ہوئے بالکل وہی تاثر اُبھرتا ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ ان کا بیان مختصر بھی ہے اور مفصل بھی۔ جہاں تفصیل ضروری ہے وہاں ایک ایک بات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً پنڈت لیکھرام کا واقعہ اتنی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ قاری کو اس سلسلہ میں شاید کسی اور کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے خاص طور پر اُن نوجوانوں پر توجہ مرکوز کی ہے جو لاہور

کے شور و غل، اس کی بھاگتی دوڑتی زندگی اس کی ہماہمی سے تو واقف ہیں لیکن اس کے ایک اور پہلو سے ناآشنا۔ مصنف چاہتے ہیں کہ نوجوان اس شہر کو ایک اور نظر سے بھی دیکھیں۔ یہ وہ شہر ہے جہاں مسیح دوراں کے مبارک قدم پڑے۔ جہاں حضور کا مختلف جگہوں پر قیام رہا۔ جہاں مختلف جلسوں میں شرکت کی۔ اسی لاہور میں وہ مقام ہیں جو تاریخ احمدیت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور پھر یہاں پہ وہ نشان عبرت بھی ہیں جن کے گہرے نقوش تاریخ احمدیت پہ ثبت ہیں۔ مصنف نے ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تسلسل سے ان واقعات کا پورے احسن انداز میں ذکر کیا ہے۔ جو ہماری تاریخ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں اور پھر سب سے اہم بات، جس کے لئے قاری ان کا خاص طور پر ممنون ہوگا یہ کہ انہوں نے بڑی محنت اور تحقیق کے بعد ان مقامات کی نشاندہی کی ہے جہاں وہ پاک محفلیں منعقد ہوئیں۔ جہاں حضورؑ کا قیام رہا۔ جہاں تقاریر ہوئیں۔ آج وہ مقامات کس حال میں ہیں۔ آج وہ مقامات کس نام سے موسوم ہیں۔ ان تک پہنچنے کا راستہ کونسا ہے۔ یہ سب اطلاع اور ضروری اطلاع بہم پہنچائی گئی ہے۔ یہ تحقیقی کام، جستجو، کھوج، محنت کا متقاضی تھا، جو نہایت قابل قدر ہے۔ اس راہنمائی کے نتیجے میں اگر ہم چاہیں تو بآسانی ان جگہوں کو ایک بار پھر دیکھ سکتے ہیں اور اگر اتنی قربت نصیب ہو جائے تو شائد تخیل ہمیں ان مجالس میں شرکت کا سرور بھی عطا کرے، جس کے لئے ہم مصنف کے لئے دعاگو ہوں گے۔ الغرض ان کی تحقیق اور تحریر نے ایک خلا پُر کیا ہے اور ایک نہایت قابل قدر کتاب سے ہمیں بہرہ مند ہونے کا موقعہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر دے اور ان کے علم و حکمت میں برکت ڈالے۔ آمین

خاکسار

پروفیسر میاں محمد افضل

27 ستمبر 1996ء

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں

دریائے راوی کے کنارے بسنے والے قدیم شہر لاہور کو مذہبی، سیاسی، تمدنی اور ثقافتی اعتبار سے برصغیر میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس کا شمار دنیا کے ان چند ایک مقامات میں ہوتا ہے جسے ایک ہزار سال سے مسلسل دارالحکومت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ تاریخی شہر راجہ دیپ چند کے بھتیجے لوہار چند نے بسایا تھا جس کی وجہ سے اس کا نام ''لاہور'' مشہور ہو گیا۔

یہ شہر مذہبی اعتبار سے اپنے دامن میں بے شمار روحانی خزینے سمیٹے ہوئے ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت میاں میرؒ، حضرت شاہ غوثؒ، جیسی بہت سی مقدس ہستیاں یہاں مدفون ہیں۔ لیکن اس عظیم شہر کو سب سے بڑا اور اہم شرف اس وقت حاصل ہوا جب ماموں زمانہ مہدی دوراں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ بانیٔ جماعت احمدیہ نے قدم رنجہ فرمایا اور یہاں کی گلی کوچوں، شاہراہوں اور بازاروں میں ان کا گزر ہوا جس کے بارے میں آج سے پندرہ سو سال قبل سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''جب وہ اس دنیا میں آئے تو اس کو میرا اسلام کہنا خواہ تمہیں برف کے پہاڑوں پر سے گزر کر جانا پڑے۔''

یہ لاہور کی خوش قسمتی ہے جو قیامت تک اس کی شہرت میں اضافہ کرتی رہے گی کہ اس زمانہ کے مسیحا حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ بانیٔ جماعت احمدیہ نے اپنے قدموں سے اس مٹی کو برکت عطا فرمائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لاہور سے ایک خصوصی تعلق تھا جو جوانی کے ایام سے لے کر وفات تک قائم رہا۔

اس لحاظ سے لاہور میں بہت سے ایسے بابرکت مقامات ہیں جن کے بارہ میں خصوصاً آج کی نوجوان نسل کو بتانا بہت ضروری ہے لیکن وقت کا دھارا کچھ اس تیزی سے بہہ رہا ہے اور زندگی میں اتنی تیزی آ گئی ہے کہ آج کی نئی نسل کو ماضی کے دریچوں میں جھانکنے کی

فرصت نہیں۔اس بات کا احساس مجھے آج سے دو اڑھائی سال قبل اس وقت ہوا جب میں ایک تربیتی اجلاس کے سلسلہ میں جودھامل بلڈنگ گیا جہاں خدام کی اکثریت تھی اور ان میں سے زیادہ تر کا تعلق کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے تھا۔تقریر کے دوران جودھامل بلڈنگ کی تاریخی اہمیت کا ذکر چل نکلا اور اردگرد کی تاریخی عمارتوں رتن باغ، جودھامل بلڈنگ اور وہ جگہ جہاں جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا کا تفصیل سے ذکر ہوا اس پر بعض نوجوانوں نے حیرانگی کا اظہار کیا کہ اتنا قریب رہتے ہوئے بھی ہمیں ان عمارتوں کے تاریخی پس منظر کا علم نہیں۔

اس وقت سے یہ احساس شدت اختیار کرتا گیا کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں لاہور کو جو ایک خاص مقام حاصل ہے اس سے ہماری نوجوان نسل کو باخبر رکھنا بہت ضروری ہے۔اس کے بعد انہی نوجوانوں کے اصرار پر جماعت احمدیہ کے حوالہ سے لاہور کے تاریخی مقامات پر جودھامل بلڈنگ میں ایک تقریر کا موقع میسر آیا اور پھر یہ سلسلہ لاہور کے مختلف حلقوں میں جاری رہا۔

اسی دوران بعض دوستوں خصوصاً نوجوانوں نے اسے کتابی شکل دینے کی ترغیب بھی دلائی مگر ''لاہور تاریخ احمدیت'' مصنفہ علامہ شیخ عبد القادر سوداگرمل کی موجودگی میں اسے تحریری شکل میں لانے کا حوصلہ نہ پاتا رہا کیونکہ یہ کتاب اپنی ذات میں ایک بلند عالی شان تصنیف ہے جو علامہ موصوف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے تیار کی۔مگر تاریخی مقامات کی موجودہ سیاست میں نشان دہی کے لئے دوستوں کے بار بار اصرار پر خاکسار نے قلم اٹھانے کا فیصلہ کیا تا نوجوانوں کی راہنمائی ہو سکے اور وہ جماعت کے اہم مقامات کی تاریخ اور مقام سے واقف ہوں۔

سو ان امور کو مدنظر رکھ کر سردست اس کتابچہ میں صرف ان تاریخی بابرکت مقامات کا ذکر کیا گیا ہے۔جہاں ماموز زمانہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کے قدم پڑے یا جہاں آپ کا کوئی اہم مضمون پڑھا گیا۔

جہاں تک خلفاء کی لاہور آمدورفت اور ان سے متعلقہ تاریخی مقامات کا تعلق ہے ان کا ذکر دوسرے حصہ میں کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

شروع سے ہی اس کام کی تکمیل ایک مشکل مرحلہ محسوس ہوتا تھا مگر جوں جوں اس میدان میں قدم آگے بڑھا تو مشکلات بڑھتی گئی اور یوں محسوس ہوا کہ ایک بلند چوٹی ہے جو میرے راستہ میں حائل ہے اور شدّت سے یہ خیال بھی بار بار ذہن میں آتا رہا کہ جن تاریخی حقائق کو سامنے لانے کے لئے قلم اُٹھایا ہے ان کو آئندہ نسلیں تاریخ کے لئے بنیاد بنائیں گے۔

اس کتابچہ میں مَیں نے تاریخی شواہد کے ساتھ ساتھ احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کو بھی مدِ نظر رکھا ہے۔ تاریخ کے اعتبار سے اس ترتیب کو قائم رکھا گیا ہے جس ترتیب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاہور کے سفر اختیار فرمائے۔ ہر واقعہ کا عنوان اس کے تاریخی حوالے سے دیا گیا ہے اور اس دوران علم و عرفان کی جو مجالس منعقد ہوئیں ان میں سے بعض ملفوظات اور اقتباسات، واقعات کے حوالہ سے جماعت کی تعلیم و تربیت کے پیش نظر تحریر کردیئے گئے ہیں۔ آپ کے ملفوظات آپ کا وہ اہم کلام ہے جو بیشتر طور پر ایسے حالات میں فرمایا کہ جب آپ کے مدنظر جماعت کی تعلیم و تربیت کا کوئی پہلو تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''فتح اسلام'' میں اس طرز کلام کی اہمیت اور ضرورت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

''اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں یا اپنی طرف سے مکمل اور موقع کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید اور مؤثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نبی اس طریق کو ملحوظ رکھتے رہے ہیں... جس قدر مقالات انبیاء ہیں وہ اپنے اپنے محل پر تقریروں کی طرح پھیلتے رہے ہیں۔ عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقتوں میں مختلف مجالس اور محافل میں ان کے حل

کے مطابق روح سے قوت پا کر تقریریں کرتے تھے ...انبیاء نہایت سادگی سے کلام کرتے اور جو اپنے دل سے اُبلتا تھا وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔ان کے کلمات قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے تھے اور مخاطبین کو شغل یا افسانہ کی طرح کچھ نہیں سناتے تھے بلکہ ان کو بیمار دیکھ کر اور طرح طرح کے آفات روحانی میں مبتلا پا کر علاج کے طور پر ان کو نصیحتیں کرتے تھے یا حجج قاطعہ سے ان کے اوہام کو رفع فرماتے تھے اور ان کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے۔ سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکھتا ہے اور واردین اور صادرین کی استعدد کے موافق اور ان کی ضرورتوں کے لحاظ سے اور ان کے امراض لاحقہ کے خیال سے ہمیشہ باب تقریر کھلا رہتا ہے کیونکہ بُرائی کو نشانہ کے طور پر دیکھ کر اس کے روکنے کے لئے نصائح ضروریہ کی تیراندازی کرنا اور بگڑے ہوئے اخلاق کو ایسے عضو کی طرح پا کر جو اپنے محل سے ٹل گیا ہو اپنی حقیقی صورت اور محل پر لانا جیسے یہ علاج بیمار کے روبرو ہونے کی حالت میں متصور ہے اور کسی حالت میں کماحقہ ممکن نہیں۔''

(فتح اسلام از روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 15، 17)

گو اس کتابچے کو مرتب کرتے وقت میں نے بہت سی کتب اور دیگر کئی رسائل اور اخبارات کا مطالعہ کیا ہے لیکن حوالہ جات کے لحاظ سے جناب شیخ عبدالقادر سوداگرمل مربی سلسلہ احمدیہ کی تصنیف ''لاہور تاریخ احمدیت'' اس کتابچہ کی بنیاد ہے تاہم جہاں مجھے اختلاف نظر آیا وہاں میں نے دوسری کتب کا حوالہ بھی دے دیا ہے۔

یہاں میں ان احباب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے مختلف مواقع پر اس کتاب کو مرتب کرنے میں میری نہ صرف مدد کی بلکہ عمدہ اور قابل عمل مشوروں سے نوازا۔ ان میں سب سے پہلے جناب بشیر الدین احمد شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ابتداء سے لے کر اس کتاب کی تکمیل تک ہر مرحلہ میں ہر ممکن مدد کی اور اپنے نیک مشوروں سے راہنمائی بھی کی۔ جناب حافظ راشد محمود اور جناب فخر الحق شمس نے مسودہ کے مطالعہ اور علمی لحاظ سے

بعض امور کی نشان دہی کی ہے۔ جناب باسط نعیم احمد اور جناب لطیف محمود (فوٹو گرافرز) بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے میرے ساتھ تمام مقامات تک پہنچ کران کو تصویری زبان میں محفوظ کیا۔ خاکسار اگر اپنی اہلیہ محترمہ زکیہ فردوس کومل کا شکریہ ادا نہ کرے تو حق تلفی ہوگی کیونکہ انہوں نے دن رات ایک کر کے اس کتابچہ کی پروف ریڈنگ میں میری مدد کی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے دوستوں نے کتاب کی تیاری میں مدد دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

قارئین کرام کا احسان ہوگا کہ اگر وہ اپنی رائے اور قیمتی مشورہ سے مطالعہ کے بعد نوازیں تا آئندہ ایڈیشن میں یہ درستگی ہو سکے۔

اخیر میں دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری اس حقیر مساعی کو قبول فرمائے اور میری یہ حقیر کوشش احباب جماعت لاہور کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے اور نبھانے میں ممد و معاون ثابت ہو۔ آمین

طالب دعا

حنیف احمد محمود

10 مئی 1996ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا

''اگر میرے ساتھ خدا تعالیٰ کا کوئی نشان نہ ہوتا اور نہ اس کی تائید اور نصرت میرے شامل حال ہوتی اور میں نے قرآن سے الگ کوئی راہ نکالی ہوتی یا قرآنی احکام اور شریعت میں کچھ دخل وتصرف کیا ہوتا یا منسوخ کیا ہوتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کے باہر کوئی اور نئی راہ بتائی ہوتی تو البتہ حق تھا اور لوگوں کا عذر معقول اور قابل قبول ہوتا کہ واقعہ میں یہ شخص خدا اور خدا کے رسول کا دشمن اور قرآن شریف اور تعلیم قرآن کا منکر اور منسوخ کرنے والا ہے۔ فاسق ہے، فاجر ہے، مرتد ہے مگر جب میں نے نہ قرآن میں کوئی تغیر کیا اور نہ پہلی شریعت کا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لائے تھے ایک توشہ اور نقطہ میں نے بدلہ بلکہ میں قرآن اور احکام قرآن کی خدمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک مذہب کی خدمت کے واسطے کمر بستہ ہوں اور جان تک میں نے اپنی اسی راہ میں لگادی ہے اور میرا یقین کامل ہے کہ قرآن کے سوا جو کامل ،اکمل اور مکمل کتاب ہے اور اس کی پوری اطاعت اور بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے نجات ممکن ہی نہیں اور قرآن میں کمی بیشی کرنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اُتارنے والے کو کافر اور مرتد یقین کرتا ہوں تو پھر اس صورت میں اور باوجود میری صداقت کے ہزار ہا نشان ظاہر ہو جانے کے جو کہ خدا تعالیٰ نے آج تک میری تائید میں آسمان اور زمین پر ظاہر کئے پھر مجھے جو شخص کاذب اور مفتری اور دجال کے نام سے پکارتا ہے یا جو میری پرواہ نہیں کرتا اور میری آواز کی طرف کان نہیں دھرتا یقیناً جانو کہ خدا تعالیٰ بغیر مواخذہ اسے ہرگز ہرگز نہ چھوڑے گا۔''

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ 2 مئی 1908ء بعد نماز عصر بمقام احمدیہ بلڈنگز لاہور)

لاہور جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں

(بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ)

ابتدائی زمانہ سے ہی لاہور کا ایک حصہ احمدیت کے ساتھ شامل رہا ہے۔ ہم چھوٹے ہوتے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ سفروں میں ہم آتے جاتے تھے ...جماعت کے لحاظ سے لاہور کی جماعت ہمیشہ زیادہ رہی ہے اور دوسری جماعتوں کی نسبت زیادہ مستعد رہی ہے چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوہ والسلام اپنے والد صاحب کے زمانہ میں مقدمات کے لئے اکثر لاہور آتے تھے اور آپؑ کے والد صاحب کے تعلقات بھی زیادہ تر لاہور کے رؤساء سے تھے، اس لئے ابتدائی ایام میں ہی یہاں ایک ایسی جماعت پائی جاتی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اخلاص رکھتی تھی...میاں چراغ دین صاحب، میاں معراج دین صاحب اور میاں تاج دین صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت پُرانے تعلقات تھے۔ میاں چراغ دین صاحب اور میاں معراج دین صاحب کا خاندان اپنے پُرانے تعلقات کے لحاظ سے جو بیعت سے بھی پہلے کے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃُ والسلام کی نگاہ میں بہت قرب رکھتا تھا پھر حکیم محمد حسین صاحب قریشی جنہوں نے دہلی دروازہ والی مسجد بنوائی ان کے تعلقات بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت قدیم اور مخلصانہ تھے...پس اس جگہ کی جماعت کی بنیاد ایسے لوگوں سے پڑی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے اس وقت سے اخلاص رکھتے تھے جب آپؑ نے ابھی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا اور براہین لکھی جارہی تھی پھر خدا تعالیٰ نے ان کے خاندانوں کو ترقی دی اور وہ اخلاص میں بڑھتے چلے گئے۔ میاں چراغ دین صاحب اور میاں معراج دین صاحب کے خاندان کے اس وقت درجنوں آدمی ہیں اور ان میں سے بہت سے

لاہور میں ہی ہیں۔ میاں مظفر الدین صاحب جو پشاور کی جماعت کے امیر تھے وہ میاں تاج دین صاحب کے بیٹے تھے۔ اسی طرح اور کئی پُرانے خاندانوں کی اولادیں یہیں ہیں... کسی جماعت کے بنیادی لوگوں میں سے ہونا بڑے فخر کی بات ہوتی ہے جہاں یہ بات بُری ہوتی ہے کہ انسان جماعت کے متعلق یہ خیال کرے کہ وہ میری چراگاہ ہے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے وہاں یہ بات بھی بُری ہوتی ہے کہ کوئی شخص ایک کی جماعت کے ابتدائی لوگوں میں سے ہو اور پھر وہ اس پر فخر محسوس نہ کرے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس چیز کی قدر اس کے دل میں نہیں۔ ورنہ جن لوگوں کے دلوں میں قدر ہوتی ہے جہاں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے کچھ کام کیا ہے تو سلسلہ پر احسان نہیں کیا بلکہ سلسلہ نے ان پر احسان کیا ہے وہاں وہ اپنی اہمیت کو بھی خوب سمجھتے ہیں... غرض لاہور کی جماعت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ میں آپ پر ایمان لائے اور اگر وہ نہیں تو ان کے رشتہ دار ایسے موجود ہیں جو صحابی ہیں۔ خواہ وہ ایسے مقام پر نہیں کہ دعوے سے پہلے انہوں نے آپ کی مدد کی ہو مگر وہ ایسے مقام پر ضرور ہیں کہ وہ اس وقت ہوش والے تھے اور عقل والے تھے جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا... جلسہ مذاہب عالم کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مضمون لکھا اور جو آج کل ساری دنیا میں پیش کیا جاتا ہے وہ بھی اس لاہور میں پڑھا گیا تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو آخری پیغام ''پیغام صلح'' کے نام سے دیا اور جو اپنے اندر وصیت کا ایک رنگ رکھتا ہے وہ بھی لاہور میں ہی پڑھا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آخری ایام بھی اسی جگہ گزارے اور پھر یہیں آپ دنیا سے جدا ہوئے۔ اس کے بعد جب خلافت کا جھگڑا پیدا ہوا۔ تو مخالفت کا مرکز بھی یہی لاہور بنا اور موافقت کا مرکز بھی لاہور تھا۔ اس وقت جماعت کی تعداد موجودہ تعداد سے بہت کم تھی۔ باہر سے بھی اگر لوگ آجاتے تو ان کو شامل کر کے یہاں کی جماعت اتنی نہیں ہوتی تھی جتنی اس وقت خطبہ میں بیٹھی ہے مگر اس وقت اخلاص اور محبت کی یہ کیفیت تھی

کہ جب میں لاہور میں آتا تو سینکڑوں لوگ ارد گرد کی جماعتوں کے لاہور میں آجاتے اور یہاں کا ہر احمدی دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتا اور اسے یہ محسوس ہی نہ ہونے دیتا کہ وہ لاہور میں ایک مسافر کی حیثیت رکھتا ہے...

میرا تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے دوستوں میں ایمان کم نہیں ہورہا بلکہ بڑھ رہا ہے۔صرف کچھ لوگوں میں اپنی ذمہ داری کے احساس میں کمزوری پیدا ہوگئی ہے۔اگر یہاں کی جماعت اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتی تو یقیناً یہاں پہلے سے بھی زیادہ لوگ آتے۔بہرحال ابتدائی ایام میں لوگوں نے اپنی ذمہ داری سمجھی اور خدا تعالیٰ نے بھی کہا:

''لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں ان کو اطلاع دی جاوے۔نظیف مٹی کے ہیں وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی۔''(تذکرہ ص 414)

گویا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے الہام میں لاہور کے متعلق خبر دی کہ کسی زمانہ میں فتنہ بھی لاہور سے کھڑا ہوگا۔مگر اس کا تریاق بھی لاہور سے ہی پیدا ہوگا۔اور جن جماعتوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کی توفیق ملے اور جن کا خدائی پیشگوئیوں میں بھی ذکر آجائے ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی اس خصوصیت کو قائم رکھیں اور اس فخر کو آئندہ کے لئے ہمیشہ نیکیوں میں ترقی کرنے کا ذریعہ بنائیں۔

پھر میں کہتا ہوں اگر باہر سے آنے والوں کو جانے دو اور تم صرف اپنے لوگوں کو ہی سہارا دو تو میرے نزدیک ہر پُرانے خاندان میں سے دو چار افراد ایسے ضرور نکل آئیں گے جن میں کچھ کمزوری ہوگی۔اگر تم ان کی طرف توجہ کرو گے تو یقیناً وہ مخلص بن جائیں گے اور جماعت اپنے پہلے مقام کو پھر حاصل کر لے گی...نوجوانوں کے اندر بڑھنے اور ترقی کرنے کا مادہ ہوتا ہے۔وہ جہاں اور باتوں میں اپنی ترقی کے دعوے کیا کرتے ہیں وہاں ان کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ روحانی رنگ میں بھی اپنے بزرگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کریں اور نمازوں میں اور روزوں اور چندوں میں اور قربانیوں میں اور اخلاص میں اور سلسلہ کے لئے فدائیت اور جاں

نثاری میں اپنا قدم آگے کی طرف بڑھائیں...

پس اپنے اندر بیداری پیدا کرو اور جس طرح دریا میں کشتی پھنستی ہے اور مرد اور عورتیں اور بچے سب مل کر زور لگاتے ہیں کہ کشتی منجدھار سے نکل جائے۔ اسی طرح تم بھی اس خلا کو پُر کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر دو... پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور اپنی غفلتوں کو دور کرو۔ خدا نے تمہیں اوّل بنایا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اب بھی تم اس مقام کو ضائع نہ کرو... ممکن ہے اگر تم سچے دل سے کوشش کرو تو تمہارے کمزور بھی مضبوط ہو جائیں۔ تمہارے نوجوان بھی قربانی کرنے والے بن جائیں اور پھر تمہاری زندگی بالکل بدل جائے اور تم اوّلیت کے مقام کو دوبارہ حاصل کرلو۔

(خطبہ فرمودہ 19 فروری 1954ء بمقام رتن باغ لاہور از الفضل 13 دسمبر 1961ء)

لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کی حیات نو

یہ تازہ نشان خدا نے لاہور میں ظاہر کیا ہے پس جس طرح مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں پر اسلام کی طرف سے خاص ذمہ داریاں عائد ہوگئی تھیں اسی طرح میں سمجھتا ہوں۔ اس انکشاف (پیشگوئی مصلح موعودؓ) کے بعد جو لاہور میں مجھ پر ہوا یہاں کی جماعت کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے اس انکشاف کا مجھ پر سفر میں ہونا جہاں اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی سے مشابہت رکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہ پیشگوئی سفر کی حالت میں ہوشیارپور میں فرمائی اور مجھ پر بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا انکشاف سفر کی حالت میں ہی ہوا۔ وہاں آج خدا تعالیٰ نے مجھے ایک اور بات بھی سمجھائی ہے۔ بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں فوت ہوئے تھے اور آپ کے لاہور میں فوت ہونے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں لاہور کے متعلق ایک قسم کا بغض پایا جاتا تھا۔ یوں تو ہر شخص نے فوت ہونا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فوت ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی فوت ہو گئے لیکن اگر کوئی شخص اپنے گھر پر فوت ہوتا ہے تو اس کے متعلقین کو گو طبعی طور پر رنج ہوتا ہے مگر ان کے دلوں میں کوئی حسرت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کے متعلقین کے دل ساری عمر اس حسرت واندوہ سے پُر رہتے ہیں کہ کاش! وہ سفر کی حالت میں فوت نہ ہوتا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ شاید اس کے علاج میں کوتاہی ہوئی ہو۔ شاید اس کی تیمارداری میں کمی رہ گئی ہو۔ پس ساری عمر ان کے دلوں سے ایک آہ اُٹھتی رہتی ہے اور انہیں یہ تصور کر کے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ ان کا کوئی عزیز فلاں سفر پر مر گیا تو پھر وہ واپس نہ آیا بلکہ اسی جگہ فوت ہو گیا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ شاید اگر وہ سفر پر نہ جاتا تو نہ مرتا۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں۔ جماعت کے دلوں پر یہ ایک بہت بڑا بوجھ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

لاہور میں آئے اور اس جگہ آ کر فوت ہو گئے۔ خود لاہور کی پیشانی پر بھی ایک بدنما داغ تھا مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام کے ذریعہ خبر دی گئی تھی کہ ''لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں'' اور یہ کہ وہ ''نظیف مٹی کے ہیں۔'' خدا تعالیٰ نے پاک ممبروں کی دعاؤں کو سن کر لاہور کی پیشانی سے اس داغ کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیا اور مسیح موعود کو لاہور میں ہی دوبارہ زندہ کر دیا۔ اب لاہور والے کہہ سکتے ہیں کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں فوت ہوئے مگر وہ دوبارہ زندہ بھی ہمارے شہر میں ہی ہوئے ہیں۔''

(بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ از الفضل 16 جون 1944ء)

شہروں کے مکین ہی عارضی برکتوں کو دائمی بناتے ہیں

’’میں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کے ماتحت مجھ پر جو لاہور میں موجودہ انکشاف (پیشگوئی مصلح موعود) کیا ہے اس سے لاہور کی جماعت کی ذمہ داریوں اور ساتھ میں ان کی امداد کے وعدے کا بھی اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کی سنت کے خلاف ہے کہ وہ ایک چیز کو اپنے کلام اور اپنی رحمت کے لئے مخصوص کرے اور پھر اسے یونہی بھول جائے۔ لوگ بھول جاتے ہیں مگر خدا اسے نہیں بھولتا۔ جب تک بندے اس کو نہیں بھول جاتے۔ بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جیسے مکہ مکرمہ ہے یا جیسے مدینہ منورہ ہے جیسے قادیان ہے کہ یہاں کے رہنے والے اگر خدا کو بھول جائیں تب بھی یہ شہر مغضوب نہیں بن سکتے۔ وہ ان لوگوں کو تو سزا دے گا مگر (ان) شہروں کی برکتیں واپس نہیں لے گا۔ لیکن بعض شہر ایسے ہوتے ہیں جن کو عارضی برکتیں مل جاتی ہیں۔ وہ اگر ان کو دائمی بنانا چاہیں تو دائمی بن جاتی ہیں اور اگر ان کو چھوڑ دیں تو چھوٹ جاتی ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ الہام بھی یہاں لاہور میں ہی ہوا کہ:

سپردم بتو مایہ خویش را   تو دانی حساب کم وبیش را

یہ الہام درحقیقت آپ کی وفات کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری فرمائے کہ: سپردم بتو مایہ خویش را

اے خدا! میرے لئے اس دنیا میں تیری مرضی کے مطابق جس قدر رہنا مقدر تھا وہ میں رہ چکا۔ میری عمر کا جو سرمایہ تھا وہ اب میں تیرے سپرد کر رہا ہوں۔

تو دانی حساب کم وبیش را

تو چاہے تو میرے اس سرمایہ کو تباہ کردے اور چاہے تو قائم رکھ۔ سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنے کرم سے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس سرمایہ کو قائم رکھے۔ دشمن نے چاہا کہ وہ اس کے

اندر بگاڑ پیدا کردے مگر وہ ہمیشہ منہ کی کھاتا رہا... مجھے یاد ہے گو مَیں اس وقت انیس سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہوکر کہا کہ:

''اے خدا! میں تجھ کو حاضر و ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔''

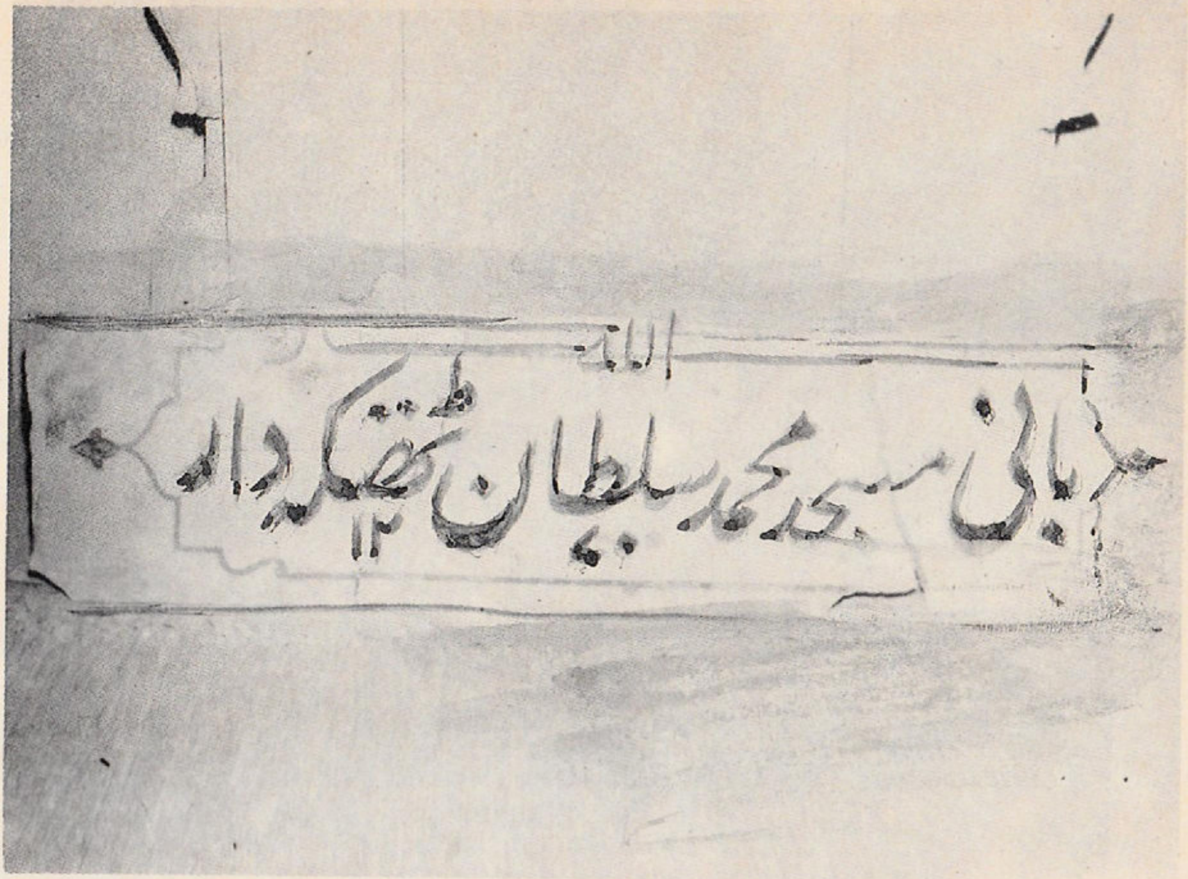
......تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہمیشہ قربانیوں کا تقاضا کیا کرتا ہے۔ میں یہاں کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس جگہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر انکشاف کا ہونا لاہور کی جماعت کی ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیتا ہے۔ یہیں سے پیغامی فتنہ نے سر اُٹھالیا اور یہیں ان کا مرکز ہے۔ یہیں سے احراری فتنہ اُٹھا اور یہیں اُن کا مرکز ہے۔ اور بھی جس قدر فتنے اٹھے ان میں زیادہ تر لاہور کا ہی حصہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی زیادہ تر چیلنج لاہور ہی سے ملا کرتے تھے۔ اور یا پھر امرتسر سے، امرتسر سے کم اور لاہور سے زیادہ۔ پھر اس وقت پنجاب کا سیاسی مرکز بھی لاہور ہی ہے۔ پس بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں جو یہاں کی جماعت پر عائد ہوتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے ہی تمہیں ان برکات سے حصہ مل سکتا ہے۔ جو خاص مقامات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب خدا کسی مقام کو اپنی برکتوں کے لئے مخصوص قرار دے دیتا ہے تو وہاں کے رہنے والوں کو اپنے انعامات سے بھی زیادہ حصہ دیا کرتا ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان مقامات کے رہنے والوں کو قربانیاں بھی دوسروں سے زیادہ کرنی پڑتی ہیں۔ جو قربانیاں مکہ اور مدینہ والوں کو کرنی پڑیں وہ کسی اور جگہ کے رہنے والوں کو نہیں کرنی پڑیں مگر جو انعامات مہاجرین اور انصار کو ملے وہ بھی کسی اور کو نہیں ملے۔ یہ خیال کرنا کہ مکہ اور مدینہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے یونہی انعام دے دیا ہوگا ایک پاگل پن کی بات ہے انہوں نے اس قدر قربانیاں کیں کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے انہوں نے اپنے آپ کو فنا کر دیا۔ انہوں نے خدا کے

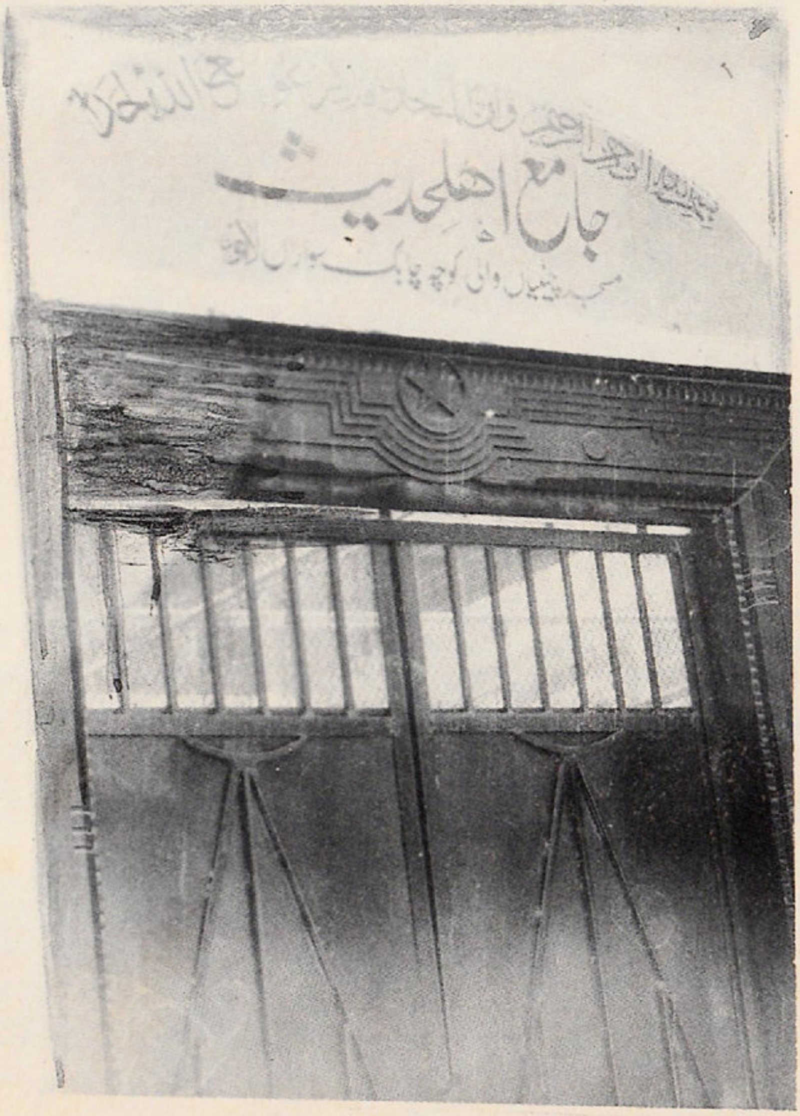
لئے اپنے آپ کو خاک میں ملایا اور پھر اپنی خاک کو بھی اس کی رضا کے حصول کے لئے اُڑا دیا۔تب انہیں انعامات حاصل ہوئے۔تب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مستحق ہوئے۔

پس جماعت لاہور کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے۔ اپنے اندر تغیر پیدا کرے۔اپنے اخلاص اور اپنی نیکی میں ترقی کرے اور خدا تعالیٰ کی محبت اپنے قلوب میں پیدا کرے۔"

(بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ از الفضل مورخہ 21 جون 1944ء)



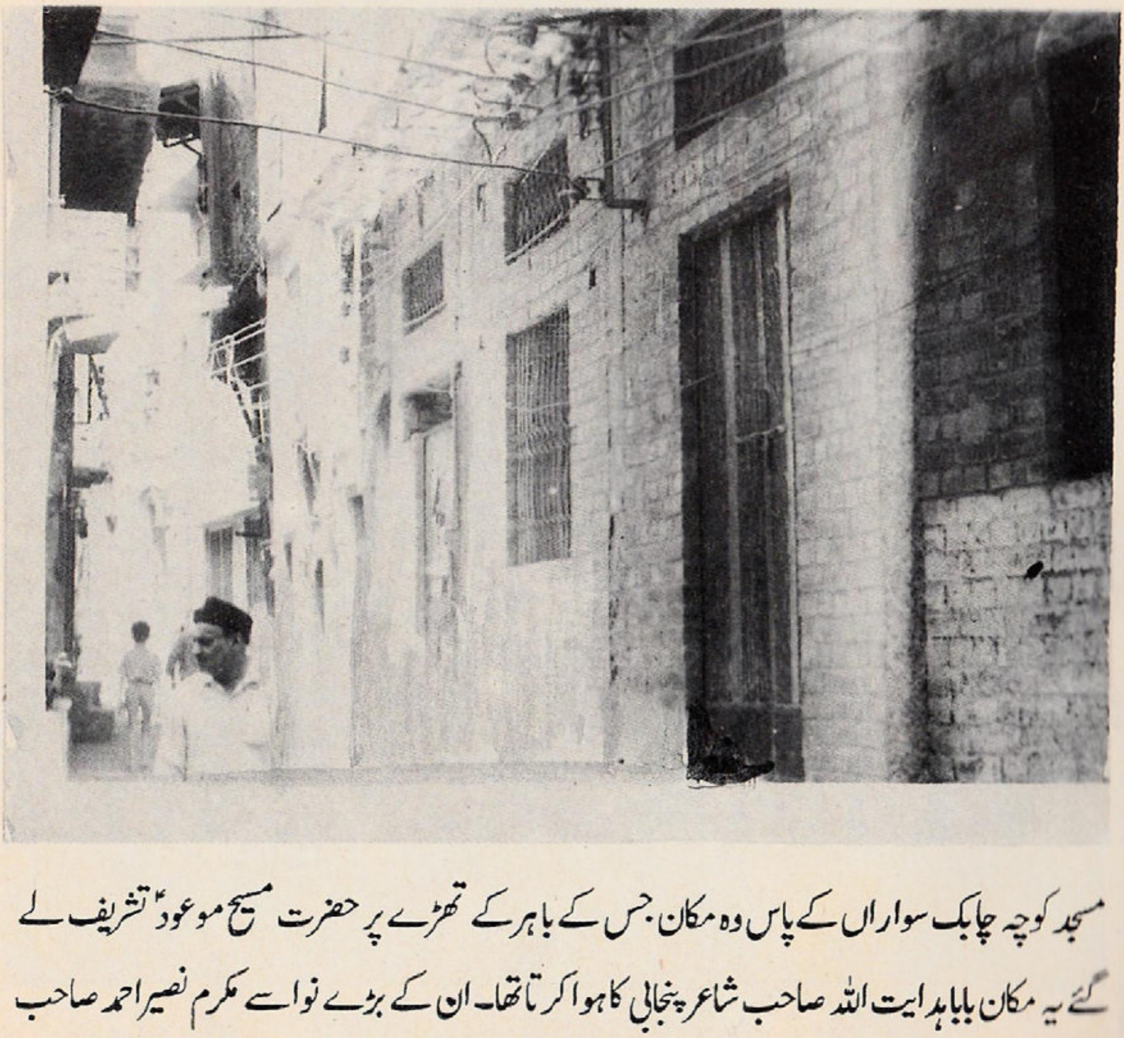
تختی کا عکس جو سلطانی مسجد کے باہر لگی ہوئی تھی اب مسجد کی نئی تعمیر کے وقت یہ ٹوٹ گئی ہے



مسجد چینیاں والی کوچہ چابک سواراں کا بیرونی منظر



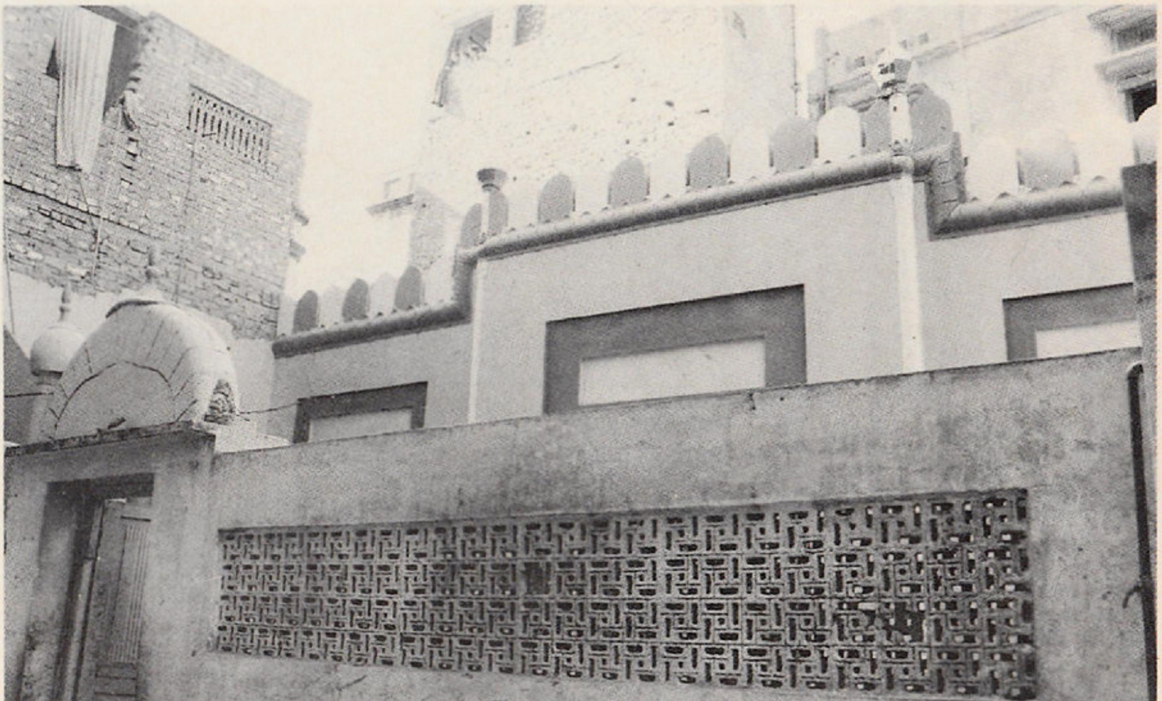
مسجد چینیاں والی کوچہ چابک سواراں کا اندرونی حصہ جہاں حضورؑ نے نمازیں ادا کیں۔



مسجد کوچہ چابک سواراں کے پاس وہ مکان جس کے باہر کے تھڑے پر حضرت مسیح موعودؑ تشریف لے گئے یہ مکان بابا ہدایت اللہ صاحب شاعر پنجابی کا ہوا کرتا تھا۔ ان کے بڑے نواسے مکرم نصیر احمد صاحب مکان کی نشان دہی کر رہے ہیں۔



مسجد دائی انگہ کا بیرونی منظر جہاں لیکھرام کے سلام کرنے کا واقعہ پیش آیا



مولوی رحیم اللہ صاحب کی مسجد واقع لنگے منڈی جہاں حضورؑ نے نمازیں ادا کیں۔



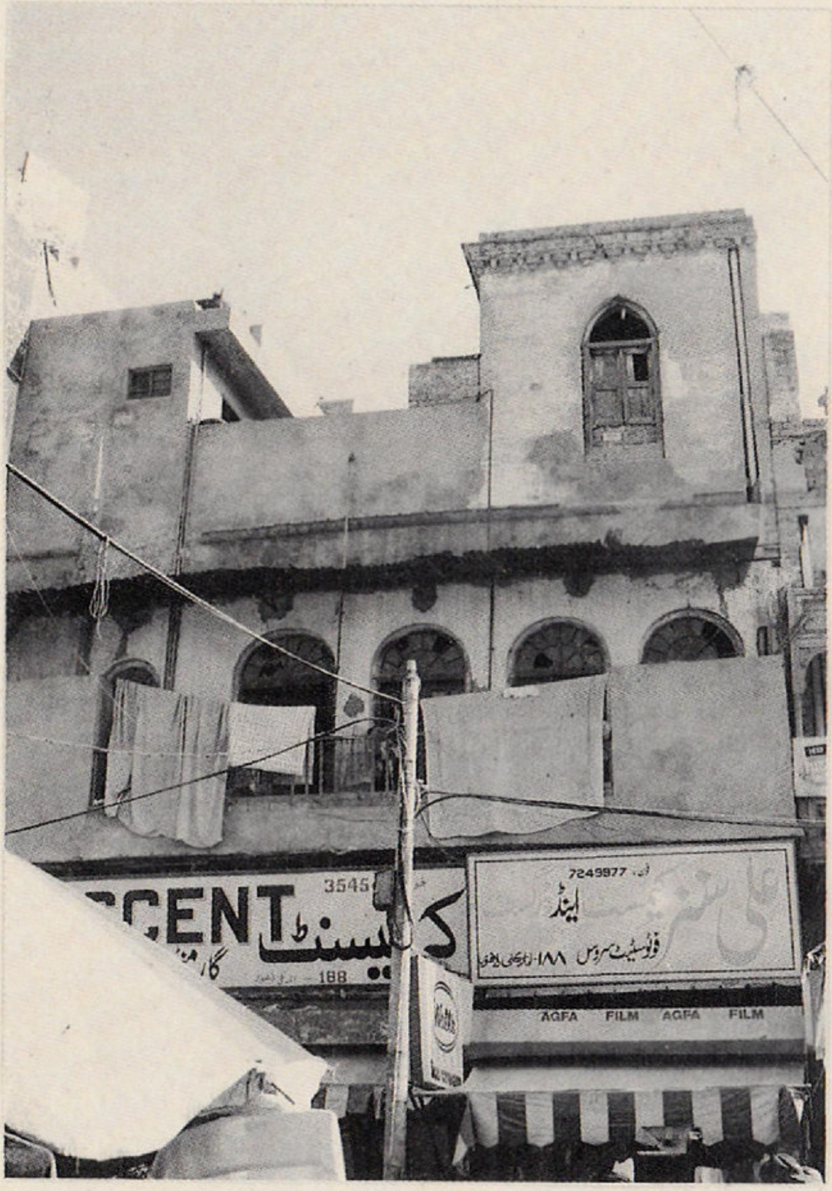
دائی انگہ مسجد کا اندرونی حصہ جہاں پنڈت لیکھرام نے حضور ؑ کو سلام کیا



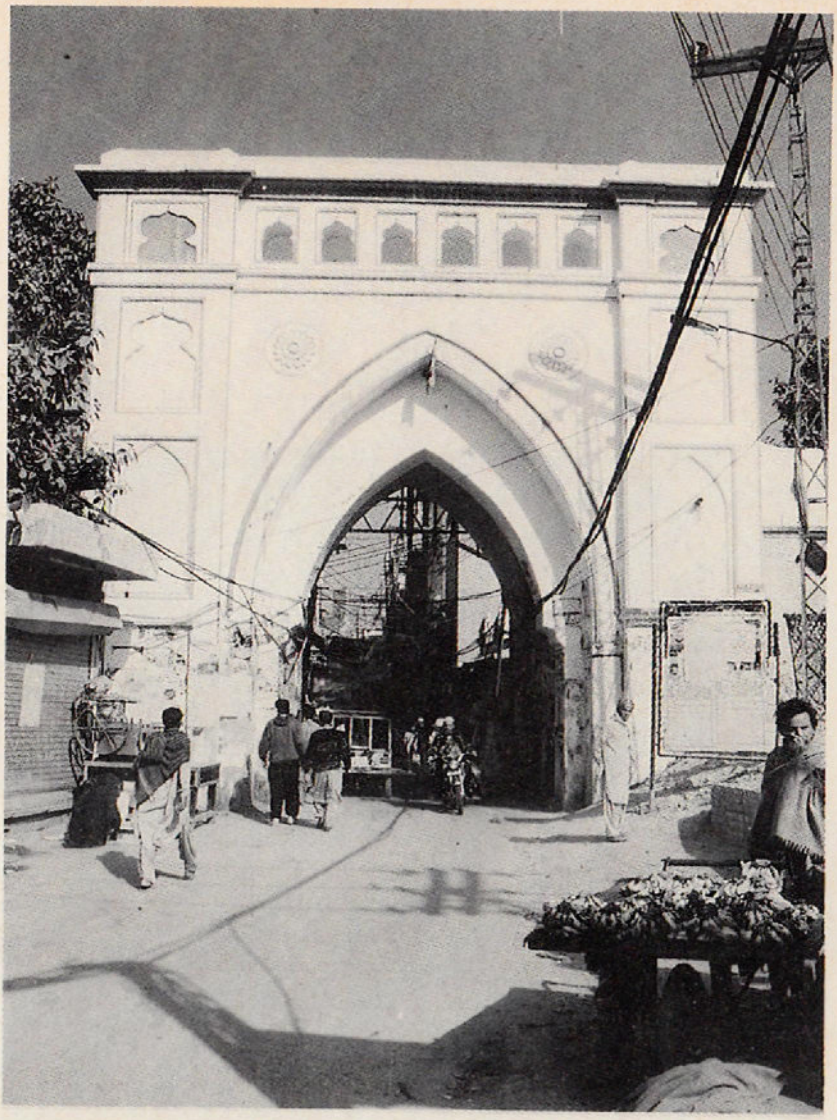
گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ جہاں ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا لیکچر پڑھا گیا



گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ کا اندرونی حصہ



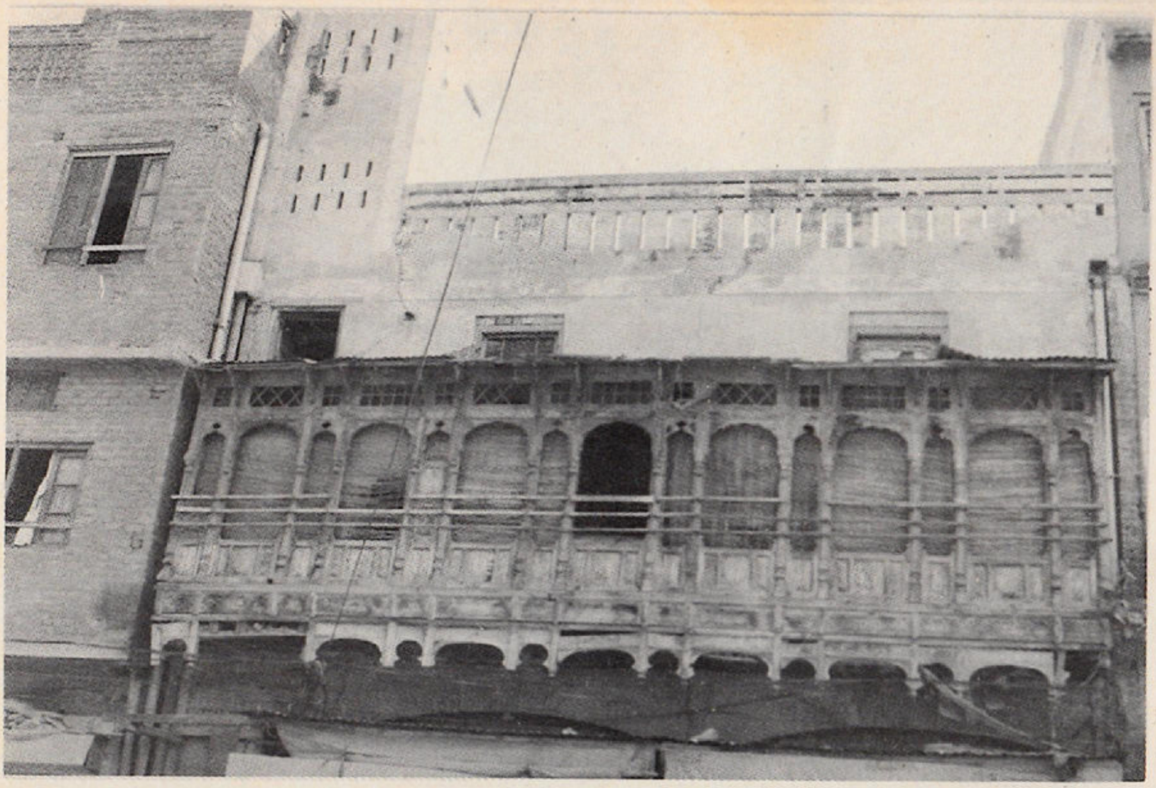
مکان شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبیئے ہاؤس واقع انار کلی۔ جہاں حضورؑ نے ۱۸۹۷ء میں چند روز قیام
فرمایا وہ بالکونی جہاں حضور بیٹھا کرتے تھے کپڑوں کے پیچھے چھپی ہوئی ہے



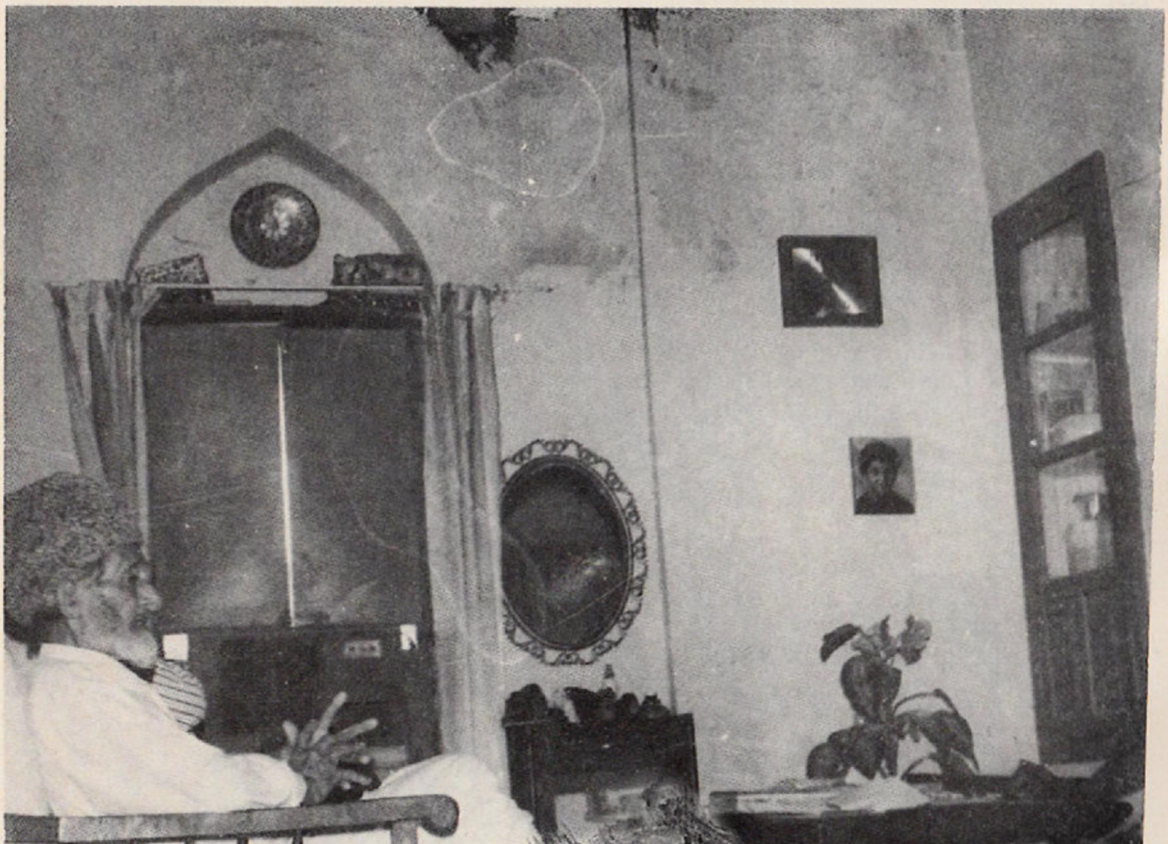
بھاٹی دروازہ جہاں سے حضرت مسیح موعودؑ کا گزر ہوا



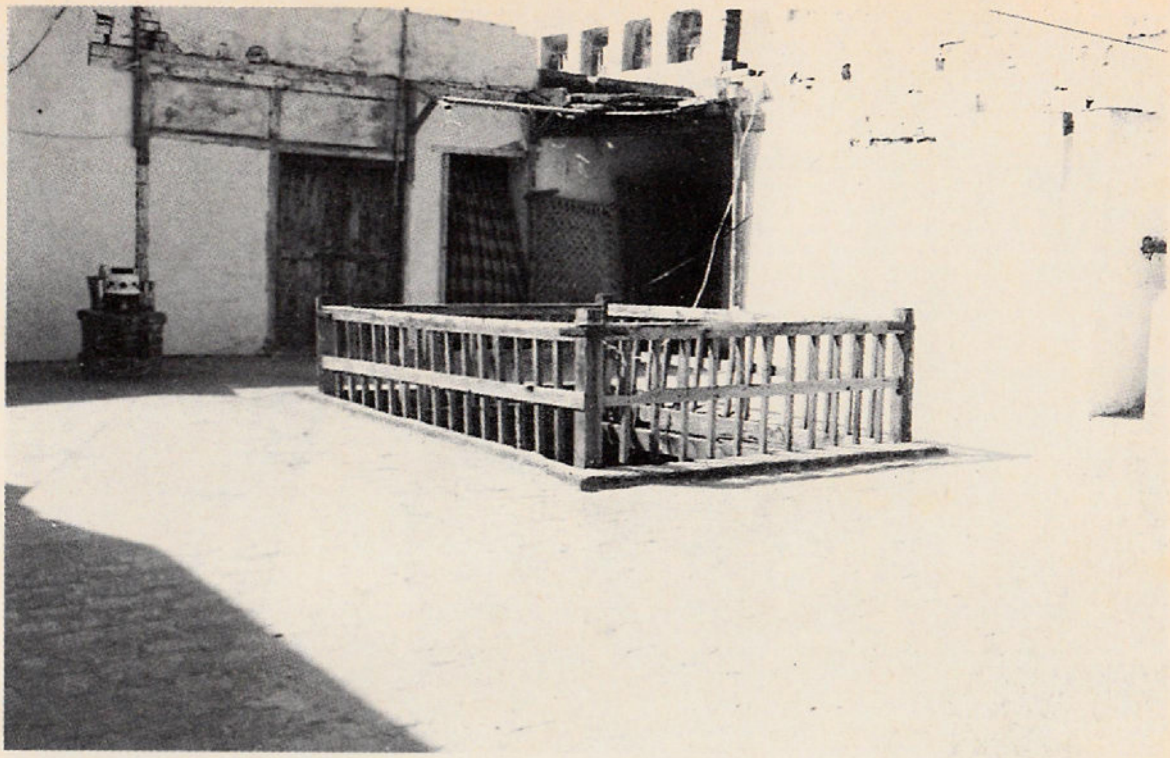
مشن ہائی سکول رنگ محل جہاں زندہ رسول پر معرکہ آراء لیکچر ہوا



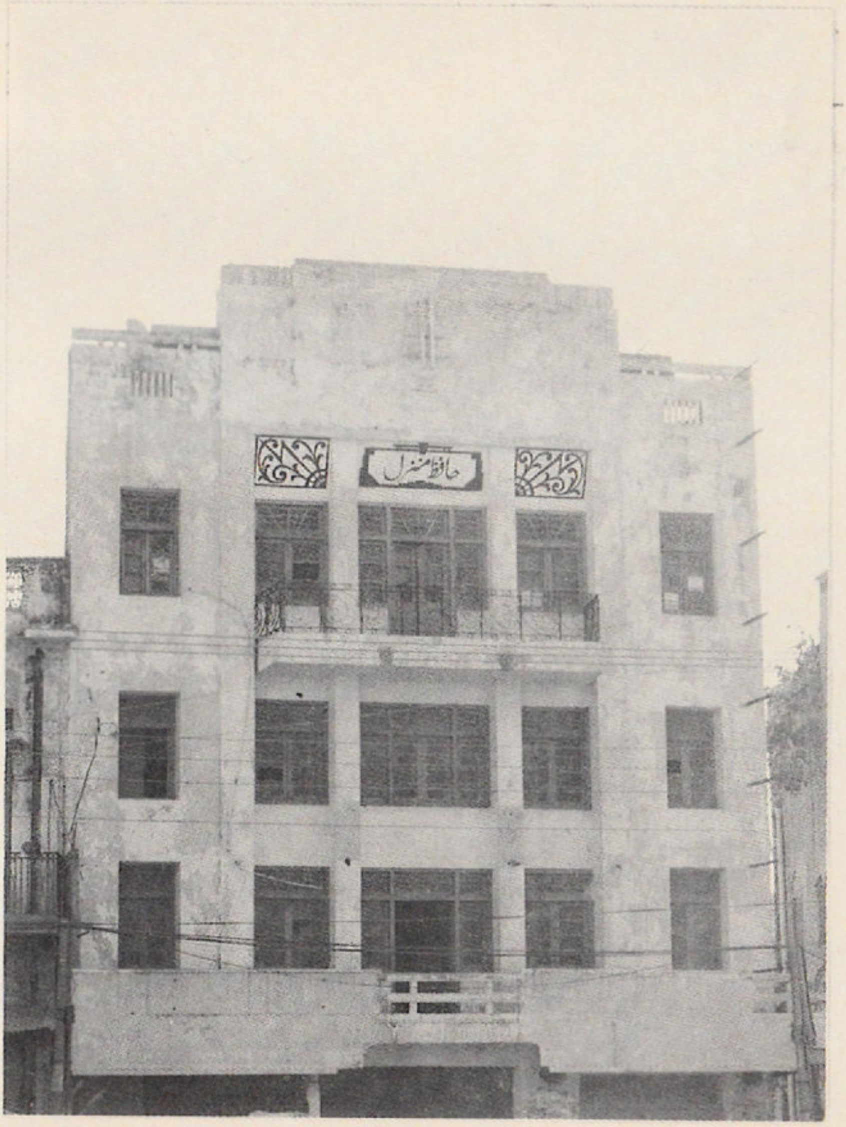
مبارک منزل بازار سازاں کا بیرونی منظر جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے جہلم جاتے ہوئے واپسی پر قیام فرمایا



میاں چراغ دین صاحب کے مکان (۱۰۔ دار السلام) کا وہ کمرہ جہاں حضورؑ نے ۱۹۰۳ء میں قیام فرمایا۔
نمازیں ادا کیں اور محافل عرفان منعقد ہوئیں۔



میاں چراغ دین صاحب کے گھر کی چھت جہاں حضرت مسیح موعودؑ ٹہلا کرتے تھے



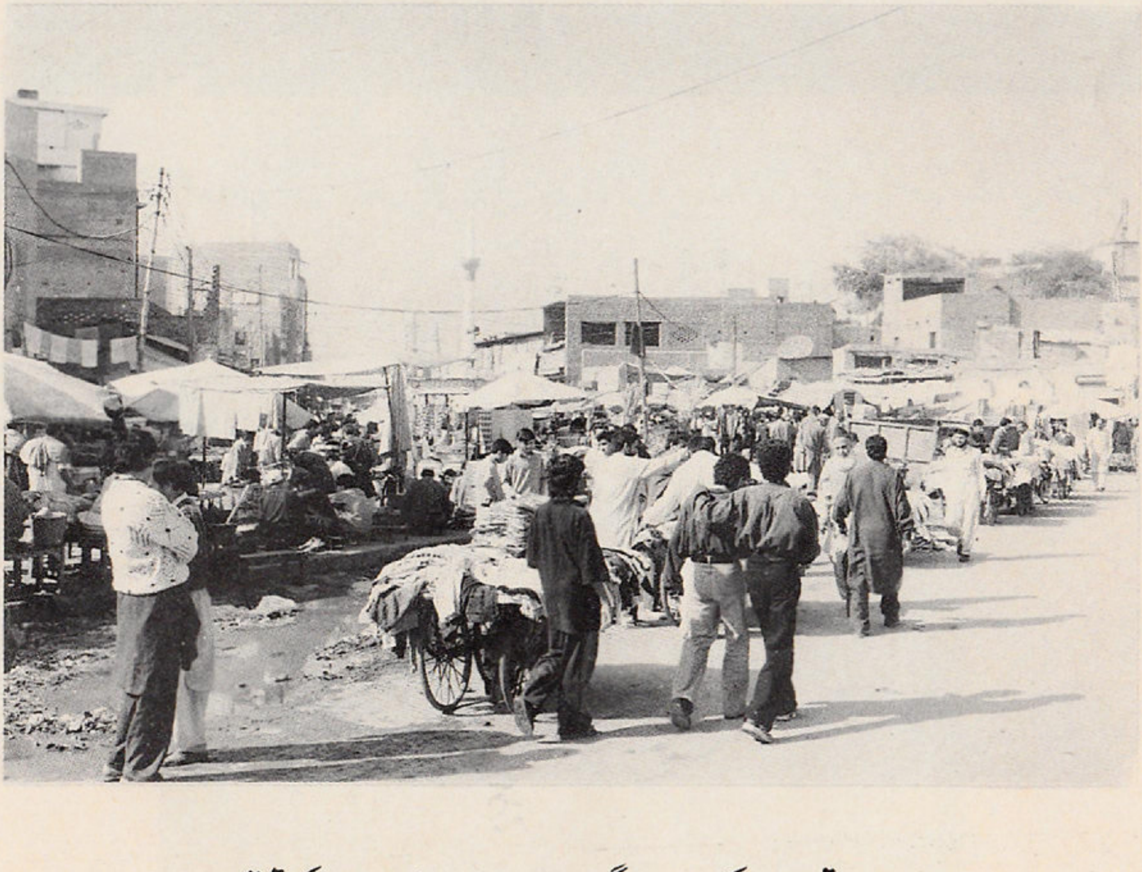
میاں معراج الدین عمر صاحب کا مکان واقع بیرون دہلی گیٹ جہاں حضورؑ نے ۱۹۰۴ء میں قیام فرمایا



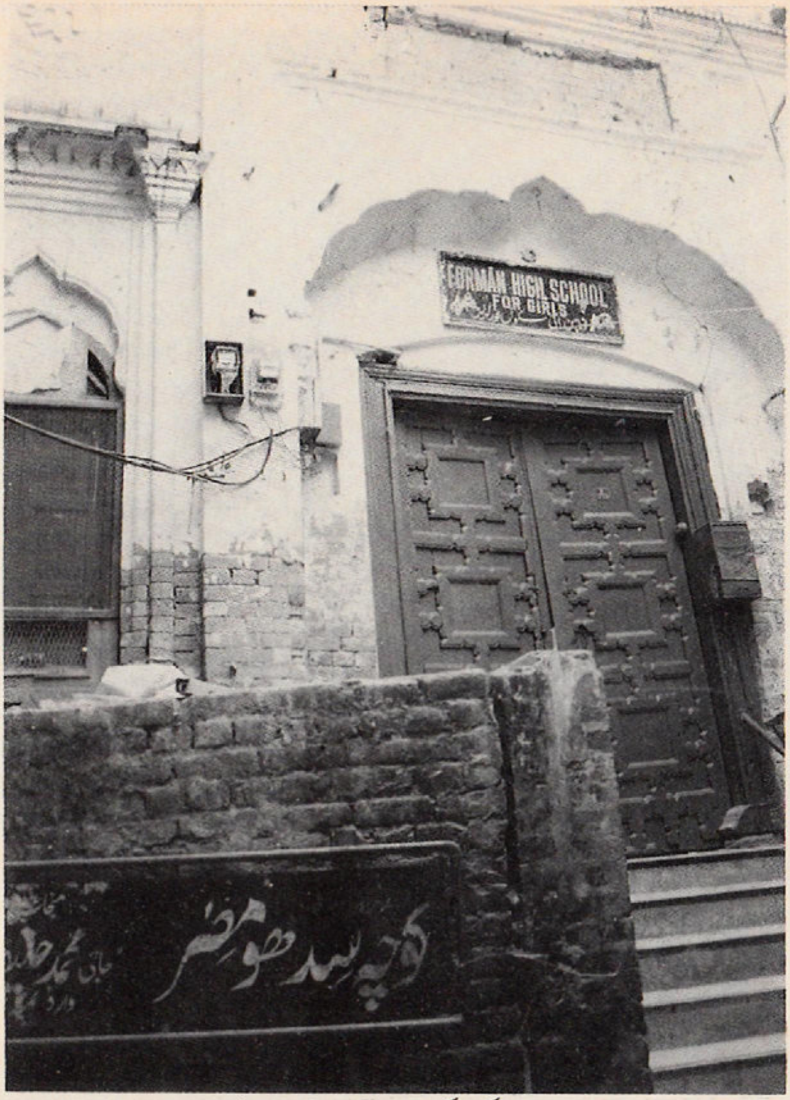
احمدیہ بیت الحمد دہلی گیٹ۔ جہاں کبھی حویلی میاں چراغ دین ہوا کرتی تھی۔ حضورؓ نے اس مقام پر کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی تھی۔



موسیٰ اینڈ سنز نیلا گنبد کی دکان کے باہر کا حصہ جہاں حضورؒ کچھ وقت کے لئے کرسی پر تشریف فرما ہوئے



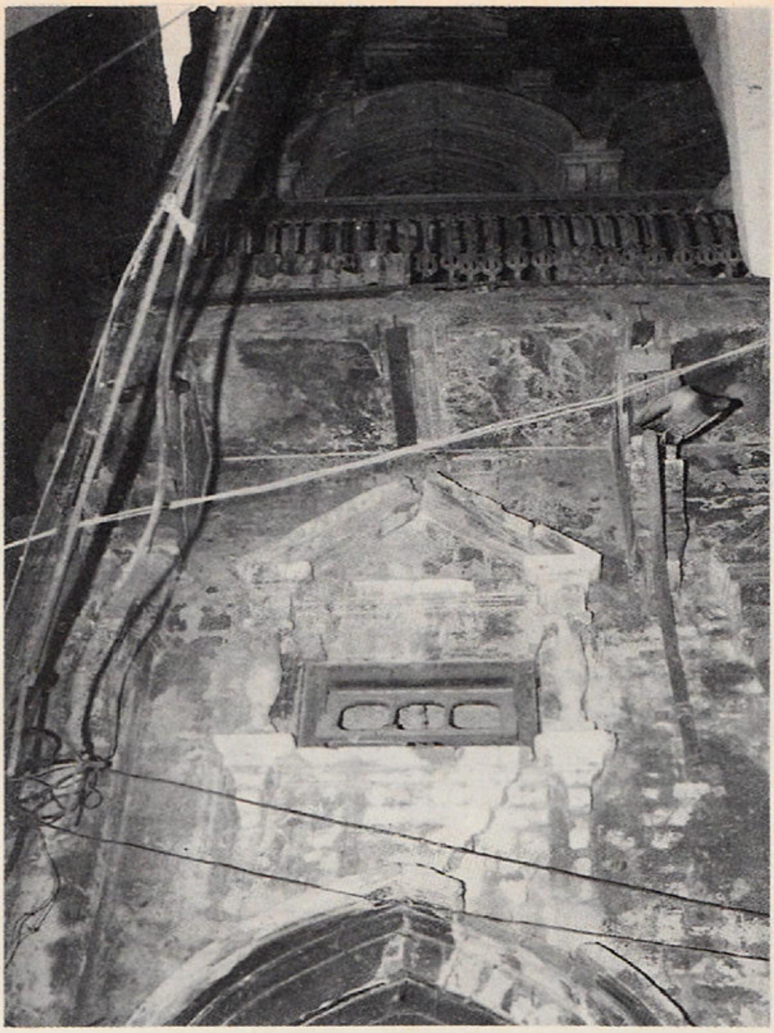
داتا دربار کے پاس وہ جگہ جہاں منڈوہ میلا رام ہوا کرتا تھا



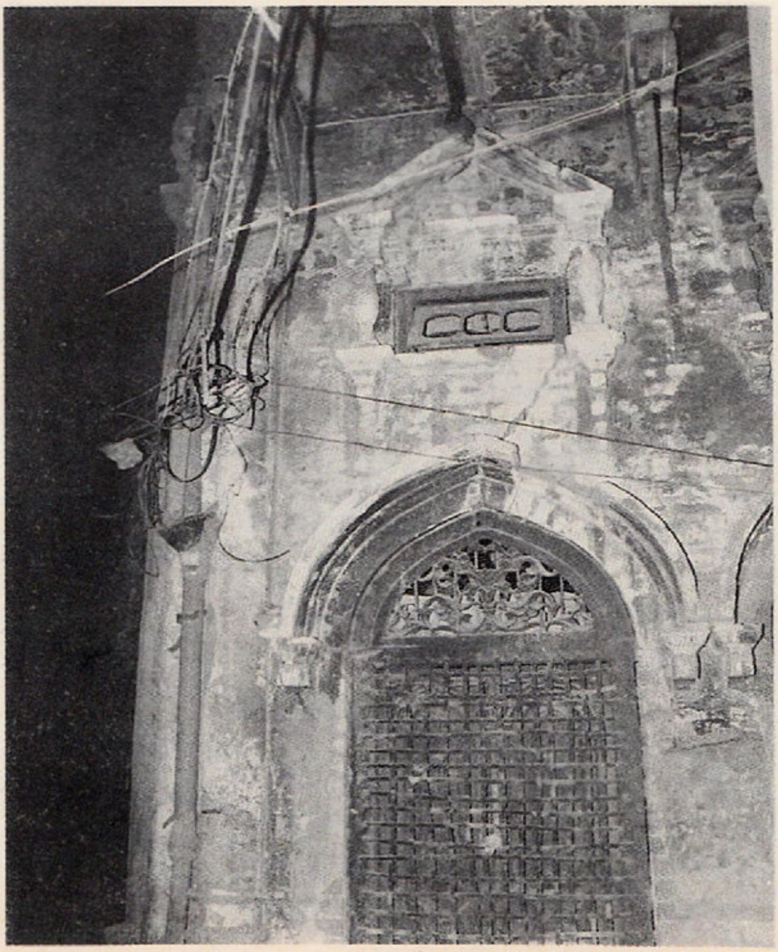
مندر آریہ سماج وچھووالی جہاں حضورؑ کا لیکچر حکیم مولانا نور الدین صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا۔ مذہبی جنونیوں کی طرف سے ۱۹۹۲ء میں مندر آریہ سماج کی پلیٹ توڑنے کے بعد کی تصویر۔ پلیٹ والی جگہ خالی نظر آ رہی ہے



مندر آریہ سماج ۱۹۹۲ء سے قبل اوپر تختی نظر آ رہی ہے



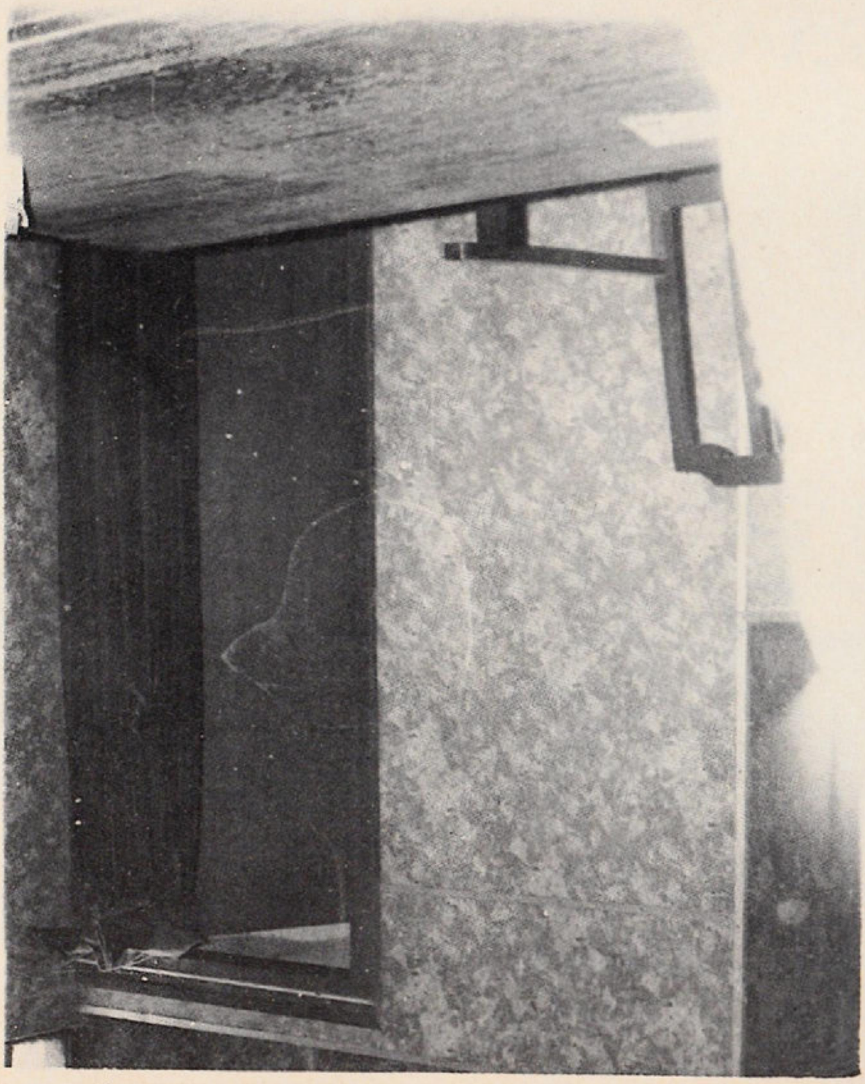
پنڈت لیکھرام کا گھر



پنڈت لیکھرام کا گھر



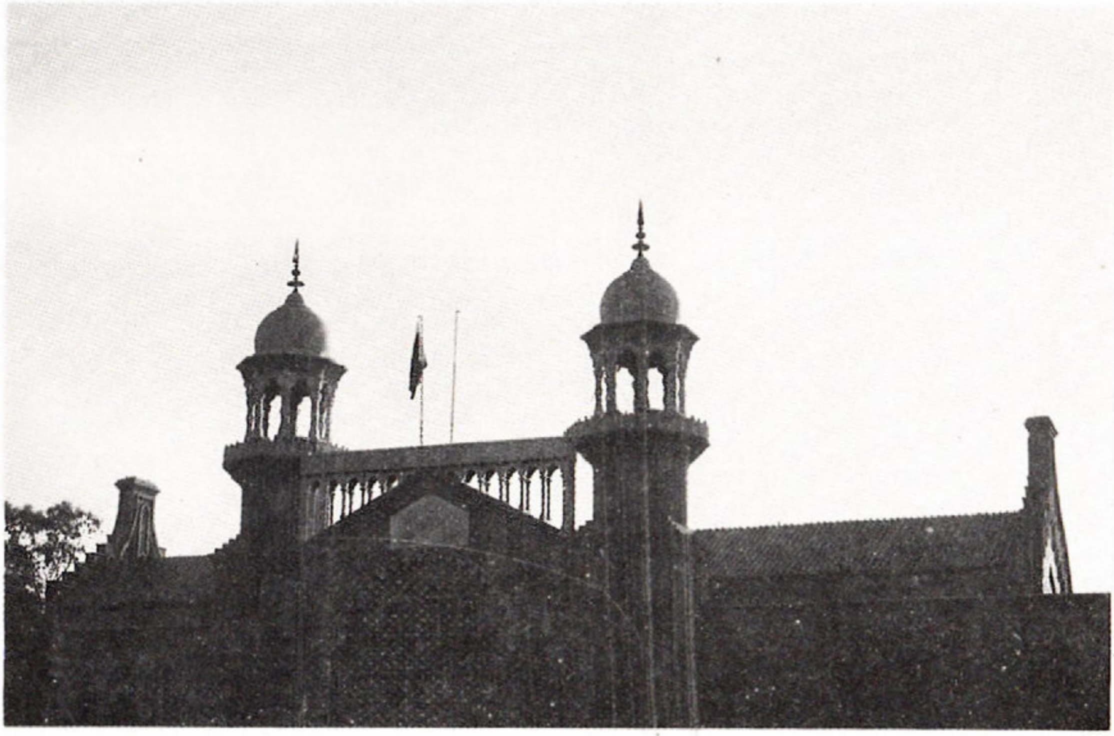
برانڈرتھ روڈ پر وہ جگہ جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آخری سفر لاہور میں قیام فرمایا۔ اب وہاں
محمدیہ مارکیٹ بن چکی ہے۔



وہ مبارک کمرہ جہاں مامور زمانہ حضرت مسیح موعودؑ نے وفات پائی



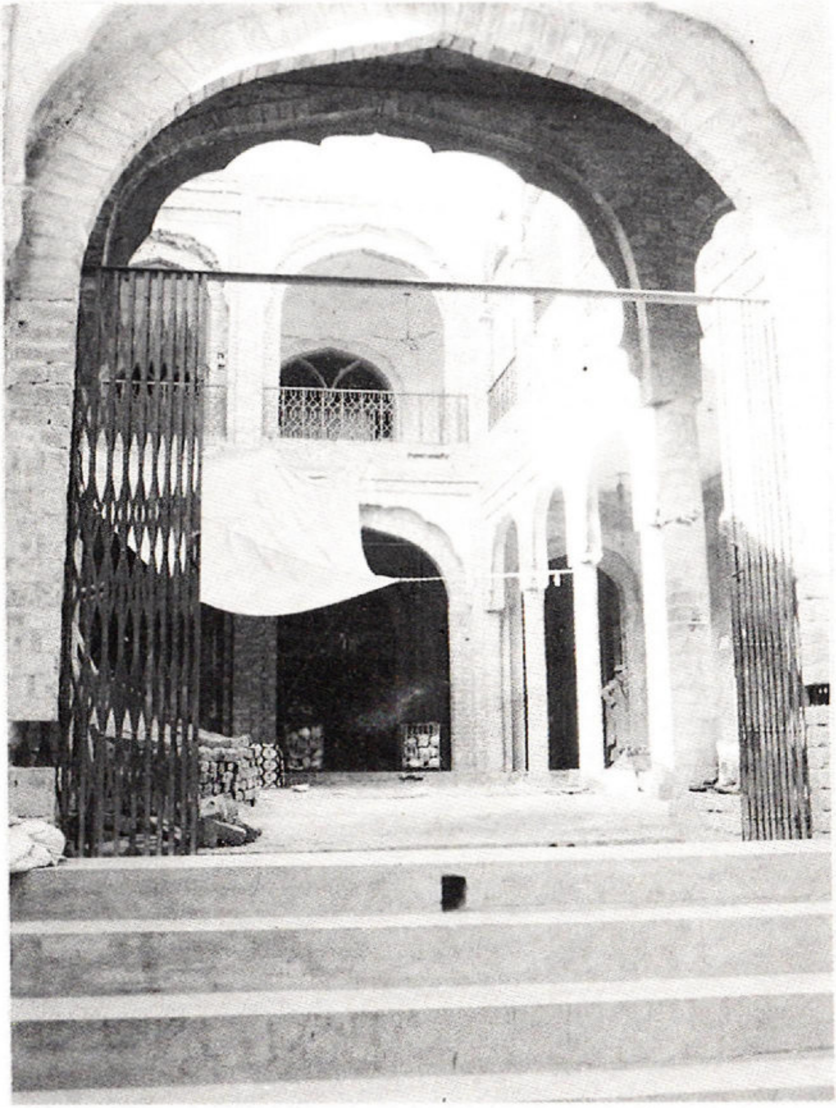
36- شاہراہ قائداعظم - جہاں شیخ رحمت اللہ صاحب نے انارکلی سے منتقل ہو کر دکان کھولی تھی جس پر کچھ عرصہ قبل تک خلیفہ اول کے بنیاد رکھنے کی تاریخ ساز تختی آویزاں تھی۔



ہائی کورٹ کی بلند و بالا عمارت جو پہلے چیف کورٹ ہوا کرتی تھی۔



ریلوے اسٹیشن لاہور کے بالمقابل وہ جگہ جہاں ٹھیکیدار میاں محمد سلطان کا مہمان خانہ ہوا کرتا تھا۔ بعد میں یہاں برگنزا ہوٹل تعمیر ہوا۔ جو اب مختلف ہوٹلوں میں تبدیل ہو چکا ہے۔



جامع مسجد احاطہ میاں سلطان کا اندرونی حصہ جہاں حضورؑ نے نماز ظہر ادا کی

آج صبغۃ اللہ کے بغیر نجات ممکن نہیں
اور صبغۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حاصل ہو سکتا ہے

(حضرت مرزا طاہر احمد)

''یہ ہے نصیحت کرنے والا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو ہمیں عطا ہوا۔ پس جو نصیحت بھی آپؐ نے کی یا آپؐ کے نام پر کی جاتی ہے۔ جماعت احمدیہ کو اسے تخفیف کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ ان ساری باتوں کو سمجھ کر اپنے کپڑے صاف کریں کیونکہ آج صبغۃ اللہ کے بغیر دنیا کی نجات ممکن نہیں ہے اور صبغۃ اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حاصل ہو سکتا ہے لیکن پہلے اپنے نفوس کو اس قابل بنائیں کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ اللہ کے رنگ آپ کی روح اور جسم کے ذرہ ذرہ پر حاوی اور مسلط ہو جائیں۔ اگر یہ کجیاں، یہ گندگیاں، یہ بُرائیاں اسی طرح ساتھ رہیں تو ان داغوں کے اوپر تو اللہ کے رنگ نہیں چڑھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صفات الٰہیہ کے رنگ میں رنگین ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبہ فرمودہ 14 جنوری 1983ء بمقام دارالذکر لاہور از الفضل 13 اپریل 1983ء)

باب اوّل

ماموریت سے قبل لاہور آمد

ٹھیکیدار میاں محمد سلطان صاحب کے مہمان خانہ میں قیام

لاہور کی سرزمین کو حضرت مسیح موعودؑ کی قدم بوسی کا شرف سب سے پہلے اس وقت ملا جب 1857ء کے غدر کے بعد حضورؑ اپنے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ کے ہمراہ یہاں تشریف لائے اور لاہور کے رئیس ٹھیکیدار میاں محمد سلطان صاحب کے مہمان خانہ☆ میں قیام فرمایا جو انہوں نے مہمانوں کے قیام کے لئے لاہور اسٹیشن کے سامنے بنایا تھا کیونکہ ان دنوں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے رؤسائے پنجاب اور ان کے صاحبزادوں کو دعوت پر بلایا تھا۔(1)

سلطانی مسجد میں نماز ظہر کی ادائیگی

اسی قیام کے دوران حضرت مسیح موعودؑ نے ٹھیکیدار میاں محمد سلطان صاحب کے محل سے متصل ایک مسجد ۞ میں نماز ظہر بھی ادا کی۔(2)

☆ بعد ازاں یہاں لاہور کا مشہور ہوٹل برگنزا (Barganza) تعمیر ہوا جو بعد میں کراچی ہوٹل میں تبدیل ہوا۔ اب کارپوریشن نے یہ جگہ اپنے قبضہ میں لے کر مارکیٹ تعمیر کر دی ہے جو نیو مارکیٹ کہلاتی ہے۔ اس میں اب بھی بے شمار ہوٹل ہیں۔ جن میں الاسد ہوٹل اور المنور ہوٹل مشہور ہیں۔ اس کے کچھ حصہ میں کوچز اور ویگنوں کا اڈہ بن چکا ہے۔

۞ یہ مسجد سلطانی مسجد کہلاتی تھی۔ جو اب جامع مسجد احاطہ میاں سلطان کے نام سے موسوم ہے۔ یہ میاں محمد سلطان کے محل واقع ٹرنک بازار سے ملحقہ ہے۔ جو 1270ھ میں تعمیر کی گئی تھی۔ ابتداء میں اس کی صرف تین صفیں تھیں۔ 1992ء میں اس کی نئے سرے سے تعمیر پر اس کو بہت وسیع کر دیا گیا ہے۔

(بقیہ آئندہ صفحہ پر)

سید محمد علی شاہ صاحب کے ہاں قیام

ایک زمینداری مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی لاہور آمد پر قادیان ہی کے معزز زمیندار سید محمد علی شاہ کے ہاں ☆ قیام فرمایا جوان دنوں محکمہ جنگلات میں ملازم تھے۔

اس قیام کے دوران یہ معمول رہا کہ شاہ صاحب کا ملازم روزانہ کھانا حضورؑ کے لئے کورٹ ۞ لے جاتا۔ ایک دن آپؑ نے یہ کہہ کر کہ ''کھانا گھر آکر کھائیں گے۔'' واپس بھجوا دیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ ہشاش بشاش شاہ صاحب کے گھر واپس پہنچے۔ شاہ صاحب نے خوشی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مقدمہ تو خارج ہو گیا ہے مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ آئندہ اس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ گویا آپ کو خوشی اس امر سے ہوئی کہ مقدمہ میں جو وقت کا ضیاع ہوتا تھا اس میں بھی آستانہ الوہیت پر جھکنے کا موقع ملے گا۔ (3)

مسجد چینیاں والی میں حضورؑ کی تشریف آوری

دعویٰ سے قبل آپؑ لاہور آمد پر کبھی کبھار مسجد چینیاں والی میں تشریف لے

(بقیہ) ابتداء میں جو تختی مسجد کی تعمیر پر لگائی گئی تھی وہ اب بھی محفوظ ہے اس کی تعمیر کے دو سال بعد 1272ھ یا 1273ھ میں حضرت مسیح موعودؑ نے بعمر 22 سال قریباً یہاں نماز ادا کی۔ یہ عرصہ 1857ء کے غدر کے بعد کا ہی بنتا ہے کیونکہ آپ کی پیدائش 1835ء بمطابق 1250ھ ہے۔

لنڈے بازار سے جب ٹرنک بازار کو جائیں تو دائیں طرف پہلے موڑ پر یہ مسجد دکھائی دیتی ہے اور جب یہاں سے لنڈے بازار میں داخل ہوں تو سامنے مشہور بابو ہوٹل ہے۔

☆ ان کی رہائش گاہ کا علم نہیں ہو سکا۔ مکرم شاہ صاحب ان دونوں محکمہ جنگلات میں ملازم تھے۔

۞ ذکر حبیب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے چیف کورٹ مراد ہے۔ جس میں 1919ء میں ہائی کورٹ قائم کردی گئی۔ یہ عمارت 1889ء میں تعمیر ہوئی اور شاہراہ قائد اعظم پر جنرل پوسٹ آفس کے قریب واقع ہے۔

جاتے اور نمازیں ادا فرماتے۔☆ حضرت مرزا ہدایت اللہ صاحب (بیعت 1900ء ۞ 1901ء۔وفات 1992ء بیان فرماتے ہیں کہ میری حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام قادیانی

☆ یہ مشہور مسجد اندرون لاہور میں کوچہ چابک سواراں میں واقع ہے۔یہ نہایت وسیع صحن والی مسجد ہے۔اس کی ایک دیوار حویلی نواب سعداللہ خان المشہو رمیاں خان کے ساتھ لگتی ہے۔دہلی دروازہ سے چوک مسجد وزیرخان سے ہوتے ہوئے براستہ خرادی محلہ۔چوہٹہ مفتی باقر اورسری اوجھری بازار اس مسجد تک پہنچا جاسکتا ہے۔دوسرا راستہ شاہ عالمی سے ہے جو چوک رنگ محل سے سنہری مسجد اورسری اوجھری بازار سے کوچہ چابک سواراں آتا ہے۔

۞ لاہور تاریخ احمدیت میں ان کی بیعت 1900ء۔1901ء درج ہے جس میں اختلاف ہے۔ان کی بیعت 1894ء سے قبل کی ہے کیونکہ حضرت قاضی محبوب عالم صاحب نے 1898ء میں بیعت کی اور بیعت کے واقعہ میں لکھا ہے کہ حضرت قاضی صاحب چینیاں والی مسجد میں جایا کرتے تھے جہاں حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ مسیحیت کے خلاف بہت کچھ کہا جاتا تھا۔انہیں اس امر کی جستجو لگ گئی کہ یہ مرزا کون ہے۔کوئی اس کا مرید ہے تو میں اس سے پتہ کروں۔چنانچہ ایک شخص مرزا ولی اللہ صاحب ابن بابا ہدایت اللہ صاحب مشہور پنجابی شاعر کوچہ چابک سواراں سے ملاقات ہوگئی۔مرزا ولی اللہ صاحب نے حضرت قاضی صاحب کو استخارہ کرنے کو کہا۔محترم قاضی صاحب نے دعا کی اور خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا ہاتھ پکڑے آئے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کو میرے سامنے کھڑا کر کے فرماتے ہیں:

”ھٰذَا الرَّجُلُ خَلِیْفَةُ اللّٰہِ وَ اسْمَعُوْ اوَ اَطِیْعُوا“(4)

حضرت قاضی محبوب عالم صاحب کے پوتے مکرم نصیر احمد صاحب راجپوت آف نیلا گنبد نے مجھے بتایا کہ حضرت بابا ہدایت اللہ ان کے پڑنانا ہیں۔انہوں نے حضرت قاضی صاحب کے قبول احمدیت کا واقعہ یوں سنایا کہ چینیاں والی مسجد میں مولوی عبدالواحد غزنوی درس دیا کرتے تھے۔ایک دن انہوں نے قرآنی آیت ”ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ“ کی تفسیر یوں بیان کی کہ چھ دن میں زمین وآسمان کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ عرش کی کرسی پر بیٹھ گیا۔حضرت قاضی صاحب جو وہاں موجود تھے نے فرمایا کہ اگر خدا کرسی پر بیٹھ گیا تو محدود ہو گیا۔مولوی صاحب نے سنتے ہی کہا کہ ”او منڈے مرزائی ہوگیا ایں“...آپ نے حیرانگی سے پوچھا۔یہ مرزائی کون ہوتے ہیں۔لوگوں نے مسجد کے نواح میں واقع بابا ہدایت اللہ صاحب کے گھر کی طرف اشارہ کیا جن کا گھر مرزائیوں کے گھر کے نام سے مشہور تھا۔چنانچہ بابا صاحب سے ملاقات اور دعا و استخارہ کے بعد حضرت قاضی صاحب نے احمدیت قبول کر لی۔(باقی اگلے صفحہ پر)

سے پہلی ملاقات اسی مسجد میں ہوئی تھی۔ایک دفعہ آپ ازرہ شفقت میرے گھر بھی تشریف لے گئے اور ایک منٹ تک مکان کے باہر ٹھہرے☆ پر تشریف فرما رہے۔(5)

ان کے علاوہ بھی کئی دفعہ حضرت مسیح موعودؑ دعویٰ ماموریت سے قبل لاہور تشریف لاتے رہے جیسے براہین احمدیہ کی تصنیف کے دوران آپؑ کی لاہور آمد ورفت رہی مگر تشریف آوری کی تاریخ اور قیام کی تفصیل ریکارڈ میں موجود نہیں۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آپؑ جون 1876ء میں ایک زمینداری مقدمہ کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے کہ والد ماجد کی علالت اور وفات کا وقت قریب آنے کی اطلاع بذریعہ خواب آپ کو لاہور میں ملی۔آپ اسی روز قادیان تشریف لے گئے اور اگلے روز آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ (6)

(بقیہ) اس طرح دیگر کئی قرائن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب 1898ء یا اس سے قبل بیعت کر چکے تھے۔دیکھیں لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 271،273۔

☆ یہ گھر اب اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں۔اس کی جگہ نئی تعمیر ہو چکی ہے۔تاہم مسجد چینیاں والی سے چند قدم رنگ محل کی طرف بڑھیں تو راستے میں یہ گھر واقع ہے۔اس مکان کا نمبر I/1226 کوچہ چابک سواراں ہے۔اس گھر سے ملحقہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو اوائل میں بابا ہدایت اللہ صاحب کے کنٹرول میں ہوا کرتی تھی۔کچھ عرصہ احمدی احباب یہاں نمازیں بھی ادا کرتے رہے۔

حوالہ جات باب اوّل

1۔ لاہور تاریخ احمدیت از مولانا شیخ عبدالقادر طبع اوّل مطبوعہ وطن پرنٹنگ پریس لاہور۔ صفحہ 17

2۔ لاہور تاریخ احمدیت از مولانا شیخ عبدالقادر طبع اوّل مطبوعہ وطن پرنٹنگ پریس لاہور۔ صفحہ 18

3۔ لاہور تاریخ احمدیت از مولانا شیخ عبدالقادر طبع اوّل مطبوعہ وطن پرنٹنگ پریس لاہور۔ صفحہ 18

4۔ لاہور تاریخ احمدیت از مولانا شیخ عبدالقادر طبع اوّل مطبوعہ وطن پرنٹنگ پریس لاہور۔ صفحہ 221

5۔ لاہور تاریخ احمدیت از مولانا شیخ عبدالقادر طبع اوّل مطبوعہ وطن پرنٹنگ پریس لاہور۔ صفحہ 2 71

6۔ ذکر حبیب صفحہ 224 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 151۔ تاریخ احمدیت صفحہ 18

باب دوم

دعویٰ ماموریت کے بعد

حضرت مسیح موعودؑ کی لاہور آمد

دعویٰ ماموریت کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لاتے رہے تا اہل لاہور کے دلوں سے مادہ پرستی کا زنگ اُتار کر انہیں خدا کی محبت اور اسلام کے نور سے منور کر سکیں۔حضورؑ جب بھی لاہور تشریف لائے آپؑ کے شب و روز بنی نوع انسان کو اسلام کی طرف بلانے میں گزرے۔آپؑ کی یہاں تشریف آوری کی برکت سے بہت سی سعید روحیں حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں اور بہت سے مُردہ دلوں میں مسیحی انفاس سے ایمان کی حرارت پیدا ہوگئی۔اہل لاہور کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضورؑ کی زندگی کے آخری ایام بھی انہی گلی کوچوں میں گزرے اور اپنے آخری دور میں بھی حضورؑ اہل لاہور کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے کوشاں رہے۔دعویٰ ماموریت کے بعد حضورؑ متعدد بار لاہور تشریف لائے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1890ء

حضرت مرزا سلطان احمد کے گھر قیام

دعویٰ ماموریت کے بعد گو حضرت مسیح موعودؑ کی لاہور پہلی تشریف آوری 1894ء کی تصور کی جاتی ہے۔جیسا کہ بعد کے واقعات میں اس کا ذکر آرہا ہے تاہم حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اپنے رفیق حضرت منشی رستم علی کے نام خط سے 1890ء میں لاہور آمد کا ذکر ملتا ہے۔اس سفر میں جو بغرض علاج تھا اپنے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب نائب تحصیلدار لاہور کے گھر ٹھہرے☆حضرت منشی صاحب کے نام خط کی عبارت من وعن درج کی جاتی ہے۔

☆ اب اس کی تعیین نہیں ہورہی۔

(پوسٹ کارڈ نمبر 177)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی اخویم منشی رستم علی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میں بمقام لاہور بغرض علاج کرانے کے آیا ہوا ہوں۔ علاج ڈاکٹری شروع ہے لیکن ابھی پوری پوری صحت نہیں ہوئی۔ انشاء اللہ کامل صحت ہو جائے گی اور میں دو تین روز تک واپس قادیان چلا جاؤں گا۔ آپ اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہا کریں۔

والسلام خاکسار غلام احمد از لاہور، مکان مرزا سلطان احمد ۔ نائب تحصیلدار لاہور 3 مئی 1880ء(1)

1892ء

منشی میراں بخش مرحوم کی کوٹھی میں قیام

دعویٰ ماموریت کے بعد اسلام کے نور سے لوگوں کے دلوں کو منور کرنے کے لئے پہلی دفعہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام 1892ء کے اوائل میں لاہور تشریف لائے۔ آمد کا مقصد یہاں کے مذہبی طبقہ ہائے فکر، علماء، پیروں، فقیروں اور گدی نشینوں پر اتمام حجت کرنا اور تائیدات سماوی میں مقابل پر آنے کی دعوت دینی تھی۔(2)

یہاں آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ میں کل عصر کی نماز کے بعد چونہ منڈی میں میراں بخش کی کوٹھی ☆ میں اپنے عقائد بیان کروں گا۔(3)

چنانچہ اگلے روز 31 جنوری کو آپ نے منشی میراں بخش صاحب (سابق میونسپل کمشنر لاہور (4)) کی کوٹھی کے احاطہ میں سب سے پہلا لیکچر دیا۔ کوٹھی کے صحن اور آس پاس کے مکانوں کی چھتوں پر ایک انبوہ کثیر نے یہ لیکچر سنا۔(5)

☆ یہ کوٹھی اندرون شہر میں چونہ منڈی میں تھی۔ اب اس کی تعیین نہیں ہو رہی۔

اس لیکچر میں آپ نے اپنے دعویٰ کو دلائل کے ساتھ پیش کیا اور فرمایا کہ

''علماء کا انکار اور میرے خلاف کفر کے فتوے محض اس لئے ہیں کہ دلائل سے یہ لوگ میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قرآن میرے ساتھ ہے میں ان کافر کہنے والوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسی لاہور میں میرے اور اپنے ایمان کا قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرا لیں۔''(6)

آپؑ کی مدلل تقریر کے بعد حضرت حکیم مولوی نور الدینؓ نے آپ کی صداقت پر تقریر فرمائی۔ آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں نہایت پُرزور اور جلالی الفاظ میں گواہی دی اور فرمایا۔

''میں کلمہ شہادت پڑھ کر کہتا ہوں کہ مرزا حق پر ہے اور اس حق سے ٹکرانے والا باطل پاش پاش ہو جائے گا۔ مومن حق کو قبول کرتا ہے میں نے حق سمجھ کر اسے قبول کیا ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے موافق کہ مومن جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے آپ کو بھی اس حق کی دعوت دیتا ہوں۔''(7)

ایک روایت کے مطابق حضرت مولوی نور الدینؓ کی اس گواہی سے جو آپ نے کلمہ شہادت پڑھ کر دی۔ سامعین اس قدر متاثر ہوئے کہ آہوں اور سسکیوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ تقریر کے بعد چند ہندو معززین نے حاضر ہو کر کہا کہ

''اگر آپ وہی کلمہ ایک دفعہ پھر پڑھتے تو ہم پورے مسلمان ہو جاتے۔ آدھے تو ہو ہی گئے تھے۔''(8)

1892ء

محبوب رائیوں کے احاطہ میں آمد

لوگوں کی بکثرت آمد و رفت اور دن بھر کے ہجوم کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی سے محبوب رایوں ☆ کے وسیع و عریض مکان ۞ واقع سید میٹھا بازار اندرون شہر منتقل ہو گئے۔(9)

میاں معراج دین صاحب عمر کی روایت کے مطابق یہ مکان 27 روپے ماہوار کرایہ پر لیا گیا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کی معرکہ آراء تصنیف ''آسمانی فیصلہ'' اسی جگہ حاجی شمس الدین صاحب نے پڑھ کر سنائی تھی۔(10)

اس جلسہ کے دوران ایک اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک مسلمان نے غیض و غضب کا اظہار نہایت ناروا الفاظ اور گالیوں کی صورت میں کیا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کمال جرأت اور حوصلہ سے سنتے رہے آخر وہ خود تھک کر خاموش ہو گیا اور چلتا بنا۔ برہموسماج کے منسٹر اور ایگزامینر آفس کے آفیسر بابو موز مداد جو یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے نے نوجوانوں کے چلے جانے کے بعد کہا۔

''ہم نے مسیح کی بُردباری کے متعلق بہت پڑھا اور سنا ہے مگر حضرت صاحب کا کمال ضبط تو ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔''(11)

حضرت شیخ یعقوب علیؓ تراب کی روایت ہے کہ لاہور کے اکثر دوستوں نے اس مکان میں

☆محبوب رائیاں ہندو کھتریوں کی گوت کے قبیلہ کا نام تھا۔ اس قبیلہ کے بعض افراد ریاست جموں و کشمیر میں معزز عہدوں پر فائز تھے۔(12)

۞ یہ مکان لنگے منڈی والی مسجد کے ساتھ واقع سید میٹھا بازار میں واقع تھا۔ یہ مکان اب اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں۔ لاہور تاریخ احمدیت نے اس کی فوٹو شائع کی ہے۔ یہ مکان سید میٹھا بازار کے قریب واقع تھا جہاں اس قبیلہ کے لوگ آباد تھے آج بھی وہ علاقہ کشمیری محلہ کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں کشمیر پراپرٹی ہوا کرتی تھی۔

بیعت کی اور میں نے بھی اپنی بیعت کی تجدید اسی گھر میں کی ۔ یہ بیعت کرنے والے وہ لوگ تھے جن کے نام اس رجسٹر میں موجود ہیں جو زیادہ تر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے قلم سے لکھا ہوا ہے۔(13)

1892ء

مسجد واقع لنگے منڈی میں نمازوں کی ادائیگی

لاہور میں اسی قیام کے دوران اپنی رہائش کے قریب مولوی رحیم اللہ صاحب کی مسجد☆ واقع لنگے منڈی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نمازیں بھی ادا کیں۔ حضرت مولوی نور الدینؓ نماز پڑھایا کرتے تھے۔(14)

اسی مسجد میں آپ ایک دفعہ ظہر یا عصر کی نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو ایک شخص اللہ دتہ ۞ مدعی مہدویت نے آپؑ پر حملہ کر دیا۔ حضرت سید امیر علی شاہؓ سیالکوٹی اور دیگر احباب نے اسے پکڑ کر مارنا چاہا۔ آپؑ نے مسکراتے ہوئے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ:

''اسے چھوڑ دو یہ بے چارہ سمجھتا ہے کہ میں نے اس کا عہدہ سنبھال لیا ہے''(15)

☆ یہ مسجد لنگے منڈی کے کوچہ سیٹیاں (گلی سیٹھاں والی) میں واقع ہے۔ چوپانی والے تالاب (واٹرورکس) کے سامنے ہے۔ چوک نوگزا لنگے منڈی کی طرف بڑھیں تو دائیں طرف یہ گلی آتی ہے۔

شیخ عبد القادر صاحب مصنف لاہور تاریخ احمدیت کے مطابق اس مسجد کو حضرت میاں چراغ دینؓ رئیس لاہور کے دادا میاں الٰہی بخش صاحب نے اپنے رہائشی مکان واقع لنگے منڈی کے سامنے تعمیر کروایا تھا اور مولوی رحیم اللہ صاحب وہاں کے امام الصلوٰۃ ہوا کرتے تھے۔(16)

حضرت صاحب زادہ سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ نے کابل جاتے ہوئے اسی مسجد میں قیام فرمایا اور عبادات بجالائیں۔(17)

۞ یہ شخص ضلع گوجرانوالہ کا رہنے والا تھا اس کے بھائی پیغمبر اسنگھ کو بھی ایک وقت میں سکھوں کے گورورام سنگھ کے اوتار ہونے کا دعویٰ تھا مگر بعد میں ایمان لایا اور متقی اور مخلص احمدی بنا۔(18)

قیام لاہور کے انہی ایام میں ایک اہم واقعہ مولوی عبدالحکیم کلانوری سے مناظرہ تھا جو آپ کے ان الفاظ پر کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے کرنا چاہتا تھا مگر حضورؑ کی تحریری وضاحت کے بعد کہ اس سے نبوت حقیقیہ مراد نہیں۔ یہ مناظرہ ختم ہو گیا۔(19)

1893ء

مسجد دائی انگہ میں ورود اور پنڈت لیکھرام کے سلام کا واقعہ

فیروز پور میں حضرت میر ناصر نوابؓ سے ملاقات کے بعد واپسی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام 14 دسمبر 1893ء کو لاہور اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں اسٹیشن سے ملحقہ ایک مسجد☆ دائی انگہ میں وضو فرما رہے تھے کہ مشہور آریہ پنڈت لیکھرام نے حضور کی خدمت میں سلام کہا(20) مگر حضور نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے دوسری طرف سے آ کر دوبارہ سلام عرض کیا مگر آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے واپس چلے جانے پر موجود احباب نے اس خیال کے پیش نظر کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت لیکھرام کا سلام سنا نہیں۔ کہا کہ حضور! لیکھرام سلام کہتا ہے۔ حضور نے یہ سنتے ہی بڑی غیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

”آقا محمدؐ کی ذات پر تو حملے کرتا ہے اور غلام کو سلام کرنے آیا ہے۔ میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس کا سلام لوں۔“(21)

☆ یہ مسجد جو دائی انگہ کی مسجد کہلاتی ہے۔ لاہور اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر 1 کی پشت پر واقع ہے۔ بوڑھ والے چوک سے اسٹیشن کی طرف جانے کی بجائے اگر دائیں طرف کا راستہ لیں تو یہ سڑک پلیٹ فارم نمبر 1 کی پشت سے ٹکراتی ہے اور بائیں طرف کونے پر یہ مسجد واقع ہے۔

یہ عالیشان اور خوبصورت مسجد، دائی انگہ نے شاہ جہاں کے دور میں 1635ء میں تعمیر کروائی تھی۔ دایہ انگا کا اصل نام زیب النساء بیگم تھا اور انگا اس کا خطاب تھا جو شہزادوں کو دودھ پلانے کی وجہ سے اسے ملا تھا۔ شاہ جہاں کو بھی اسی نے دودھ پلایا تھا۔(22)

1896ء

اسلامیہ اسکول شیرانوالہ گیٹ اور جلسہ اعظم مذاہب

گورنمنٹ اسلامیہ ہائی اسکول اندرون شیرانوالہ گیٹ ☆ کا احاطہ وہ مبارک احاطہ ہے جہاں اسلام اور باطل کی جنگ لڑی گئی اور جلسہ مہوتسو (جو بعد میں جلسہ اعظم مذاہب کے نام سے شہرت پا گیا) میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ و بانی جماعت احمدیہ کا معرکہ آراء مضمون بعنوان ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' اواخر دسمبر 1896ء ۞ پڑھا گیا۔ جس میں درج ذیل پانچ سوالوں کے جوابات قرآن کی روشنی میں باحسن طریق دیئے گئے۔

☆ یہ اسکول انجمن حمایت اسلام کی زیر سرپرستی کام کرتا تھا۔ جو عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے مدافعانہ اقدام کے طور پر عمل میں لائی گئی تھی۔ ابتداء میں اس کا دائرہ کار تبلیغ اسلام تھا (23) بعد میں دینی و دنیوی تعلیم کے فروغ کے لئے اسکول و کالجز جاری کئے۔ شیرانوالہ گیٹ کا اسکول بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ شیرانوالہ گیٹ میں آ کر داخل ہوں تو بائیں طرف اس اسکول کی عمارت ہے۔ بنیاد کے وقت یہ کالج بنانے کا ارادہ تھا بعد ازاں کالج کے لئے کوئی اور جگہ منتخب کی گئی اور اسے اسکول کا درجہ دے دیا گیا۔ آج کل اس اسکول کے سامنے خدام الدین کا دفتر موجود ہے۔

شیرانوالہ گیٹ کا اصل نام خضری دروازہ ہے۔ چونکہ زمانہ سلف میں دریائے راوی شہر کے بہت نزدیک بہتا تھا۔ خصوصاً اس دروازہ کے سامنے کشتی پڑتی تھی جہاں سے خواجہ خضر دریائی سفر کا شوق پورا کیا کرتا تھا۔ اسی مناسبت سے آج بھی خضری محلہ اس کے ساتھ موجود ہے۔ بعد میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس دروازہ کا نام شیرانوالہ گیٹ رکھ دیا۔ اس زمانہ میں دو شیروں کے پنجرے اس دروازہ کے اندر رکھے ہوتے تھے۔ (24)

۞ آج اس واقعہ کو سو سال پورے ہو رہے ہیں جس پر عالمگیر جماعت احمدیہ صد سالہ جشن جلسہ اعظم مذاہب منا رہی ہے۔ اس کی مزید تفصیلات خاکسار کی تصنیف ''جلسہ اعظم مذاہب پر اجمالی نظر'' میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

1۔انسان کی جسمانی،اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

2۔انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔

3۔دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہوسکتی ہے۔

4۔کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

5۔علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔(25)

یہ وہ اہم مضمون تھا جس کے بارہ میں الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتا دیا گیا تھا کہ یہ مضمون سب مضمونوں پر بالا رہے گا۔(26) چنانچہ مضمون سننے والے ہزاروں کے مجمع میں سے تقریباً ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ تھے "**یہ مضمون بالا رہا**" اور سناتن دھرم، ہندوازم، آریہ سماج، فری تھنکر، برہمو سماج، تھیوسافیکل سوسائٹی، عیسائیت اور سکھ ازم کے نمائندوں کی تقاریر میں سے صرف یہی ایک تقریر تھی جو ان تمام سوالات کا حقیقی اور مکمل جواب تھی۔سامعین کے مطالبہ پر تقریر کو مکمل کرنے کے لئے زائد وقت دیا گیا اور تقریر کے اختتام پر صدر مجلس جو ایک معزز ہندو تھے کہ منہ سے بے اختیار یہ فقرہ نکلا کہ "**یہ مضمون تمام مضمونوں سے بالا رہا۔**"

حضرت قاضی سید حبیب اللہؓ آف شاہدرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم روزانہ اس جلسہ کی روئیداد اخبار میں پڑھتے تھے اور ان لوگوں سے حالات سنا کرتے تھے جو اس جلسہ میں شامل ہوتے۔ان میں سے اکثر کہا کرتے تھے کہ:

"اسلام کی لاج مرزا صاحب نے رکھ لی ہے ورنہ دوسرے علماء نے تو لٹیا (چھوٹا پتیل کا لوٹا) ڈبو دی تھی۔"(27)

اخبارات میں ریویو

اس وقت کے بہت سے اخبارات اور رسائل نے اس مضمون کی برتری پر ریویو لکھے اور اس کی تعریف کی۔

- چودھویں صدی اخبار نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

''ان لیکچروں میں سے سب سے عمدہ جو جلسہ کی روح رواں تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا... فقرہ فقرہ پر (سامعین) صدائے آفرین اور تحسین بلند کرتے تھے اور بعض اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے سچ تو یہ ہے کہ وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب نہ تھے۔''(28)

- کلکتہ کے قدیم اخبار ''جنرل گوہر آصفی'' نے اپنی 24 جنوری 1897ء کی اشاعت میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

''غرض جلسہ کی کارروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے۔ اگر اس جلسہ میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلّت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب ہوئی کہ موافقین و مخالفین بھی سچے فطرتی جوش سے کہہ اُٹھے کہ یہ مضمون سب سے بالا ہے۔''

- لاہور کے مشہور انگریزی اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' نے لکھا کہ:

''لیکن سب مضمونوں سے زیادہ توجہ اور زیادہ دلچسپی سے مرزا غلام احمد قادیانی کا مضمون سنا گیا جو اسلام کے بڑے بھاری مؤید اور عالم ہیں۔ اس لیکچر کو سننے کے لئے ہر مذہب وملت کے لوگ کثرت کے ساتھ جمع تھے چونکہ مرزا صاحب خود جلسہ میں شامل نہیں ہو سکے اس لئے مضمون ان کے ایک قابل اور فصیح شاگرد مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب نے پڑھا۔''

یہ مضمون آج ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے عنوان سے کتابی شکل میں دنیا بھر میں

متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے۔عربی میں ’’الخطاب الجلیل‘‘ اور انگریزی میں "The Philosophy of The Teachings of Islam کے نام سے شائع شدہ ہے۔

جب یہ کتابچہ چھپ کر مغربی محققین کے ہاتھوں میں پہنچا تو انہوں نے بھی اس کو بہت عمدہ اور حسین پیرائے میں خراج تحسین پیش کیا۔جن میں سے چند ایک آراء درج ذیل ہیں۔

- دی اینگلو بیلجین ٹائمز (برسلز)

’’ٹیچنگ آف اسلام‘‘ مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کی ایک نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ مصنف کا اسلوب بیان ایک مزید اخلاقی معیار قائم کرتا ہے جسے ہمارے نزدیک مذہب پر لکھنے والے تمام مصنفین کو مدنظر رکھنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ ایک مذہبی تصنیف کا انداز منفی نہیں بلکہ مثبت ہونا چاہیے۔اسے کسی بھی سسٹم کی خوبیاں واضح کرنی چاہئیں نہ کہ محض دوسرے کی خامیاں۔کتاب ’’ٹیچنگ آف اسلام‘‘ یہ اصول نہایت واضح طور پر قائم کرتی ہے جس کی بناء پر اس کا مصنف قاری کو اسلام کے بنیادی اصولوں کی ستائش کی ترغیب کی خاطر کسی اور غیر مسلم سٹم کے خلاف تلخ رویہ اختیار نہیں کرتا اور یہ بات کوئی اور طرز بیان اختیار کرنے سے ممکن نہ تھی۔الغرض یہ کتاب خلوص اور حق الیقین کا مرقع ہے۔(29)

- تھیوسافیکل کی بک نوٹس

’’قابل تعریف، جچا تلا انداز جو مقابلہ مذاہب کے ایسے طالب علم کو بہت متاثر کرتا ہے؟ جسے اس میں وہ سب کچھ مل جاتا ہے جو وہ محمدی قوانین کی روشنی میں روح، جسم، روحانی زندگی، اخلاقی قوانین اور دیگر بہت سے متعلقہ امور کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔‘‘(30)

نیز تھیوسافیکل بک نوٹس نے یہ الفاظ درج کئے:

''ہمارے نزدیک یہ کتاب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مذہب کی بہترین اور سب سے زیادہ دلکش تصویر ہے۔''(31)

- نامور روسی مفکر کاونٹ ٹالسٹائی

''یہ خیالات نہایت گہرے اور سچے ہیں۔''

یہ خیالات ٹالسٹائے نے حضرت مفتی محمد صادقؓ جو اس وقت ریویو کے ایڈیٹر تھے سے خط و کتابت میں کہے جو بعد میں ریویو میں چھپ چکے ہیں۔(32)

- دی برسٹل ٹائمز اینڈ مرر

''یقیناً وہ شخص جو اس رنگ میں مغرب کو مخاطب کرتا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں''۔(33)

- دی ڈیلی نیوز شکاگو

''اس مصنف کا نہایت پُرخلوص اور حقیقت پر مبنی کردار بالکل عیاں ہے۔''(34)

- دی انگلش میل

یعنی حقیقی اسلامی خیالات کا خلاصہ(35)

- سپریچویل جنرل بوسٹن

''یہ کتاب بنی نوع انسان کے لئے ایک خاص بشارت ہے۔''(36)

- مسلم ریویو

''اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا اس میں سچے، عمیق، اصل اور روح افزاء خیالات پائے گا جو

مسلم وغیر مسلم دونوں کی دلچسپی کا موجب ہوں گے۔ہم بڑے زور کے ساتھ اس کتاب کی سفارش

کرتے ہیں۔" (37)

- انڈین ریویو

"یعنی ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ ایسی تعلیمات کسی بھی مذہب کے لئے اعزاز کا باعث ہیں یہ کتاب یقیناً اس قابل ہے کہ ہر اس شخص کے ہاتھ میں جو محمد کے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہو اس طرح ان لوگوں کی لائبریریوں میں ہونی ضروری ہے جو محمد کے مذہب کو جاننا چاہتے ہیں۔" (38)

اس کے علاوہ اور بہت سے اخبارات و رسائل نے خراج تحسین پیش کیا جن میں انڈین سپیکٹیٹر 28۔اکتوبر 1911ء،ملوا کی جرنل یوایس اے 16 مارچ 1912ء اور دی سکاٹس مین 25 دسمبر 1911ء شامل ہیں۔(39)

1897ء

وچھووالی محلہ میں خدا کی قہری تجلی کا نشان
پنڈت لیکھرام کی ہلاکت

لاہور نے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت میں خدا تعالیٰ کی رحمت کے بے پایاں اور اَن گنت احسانات دیکھے وہاں خدا کی بعض قہری تجلیات بھی اس سرزمین پر رونما ہوئیں۔ جو آپؑ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گئیں۔ان میں سب سے مشہور واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے موافق پنڈت لیکھرام کی ہلاکت ہے۔

پنڈت لیکھرام وہ بدبخت شخص تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جان سے بھی عزیز امام آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں نہایت غلیظ زبان استعمال کر کے

اذیت دیا کرتا تھا۔ جب اس کی بدزبانی اور گستاخیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دست دعا آسمان کی طرف بلند کیا۔ خدا کی غیرت نے جوش مارا اور لاہور کی سرزمین میں وچھووالی شاہ عالمی کے نزدیک پنڈت لیکھرام کا مکان ☆ خدا کی قہری تجلی کا نشان بن کر آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا مقام بن گیا۔ (40)

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1885ء میں غیر مسلموں کو نشان نمائی کی دعوت دی تو پنڈت لیکھرام بھی مقابلہ کے لئے قادیان آئے مگر چند دن وہاں رہ کر واپس چلے گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بار بار نشان طلب کرتے رہے اور کہتے رہے کہ میری طرف سے میرے حق میں جو پیشگوئی چاہو شائع کرو میری طرف سے اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعا کی تو الہام ہوا:

عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ لَهٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ

یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔ (41)

- اس کے بعد جب حضرت صاحب نے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا کہ:

☆ پنڈت لیکھرام کا مکان وچھووالی شاہ عالمی میں واقع تھا۔ 1897ء میں وچھووالی ایک وسیع وعریض علاقے کا نام تھا۔ بڑھتی ہوئی آبادی اور علاقے کے گنجان ہونے کے باعث اس کے کچھ حصے آہستہ آہستہ کاٹ کر ان کو مختلف نام دے دیئے گئے۔ اب وچھووالی ایک بازار کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ جو وچھووالی گلی کے نام سے موسوم ہے۔ اس طرح پنڈت لیکھرام کا مکان موجودہ وچھووالی کی حدود سے باہر سڑک پار ملحقہ محلہ ڈھل میں آ گیا۔ اس کے مکان کے ساتھ مشہور مارکیٹ پیر بخش ہے جہاں پہنچنے کا آسان راستہ پلاسٹک دانہ مارکیٹ میں واقع جاپان باڑہ مارکیٹ کے نزدیک سے براستہ پیر بخش مارکیٹ ہے جس کے عقب سے لیکھرام کا گھر ملا ہوا ہے۔

''آج کی تاریخ سے جو 20 فروری 1893ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا''(42)

چنانچہ حضرت صاحب کو ایک الہام اس کے متعلق یہ بھی ہوا کہ **یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِیْ سِتٍّ** (43) کہ پنڈت لیکھرام کا معاملہ چھ میں ختم کر دیا جائے گا۔

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشتہار 20 فروری 1893ء کے ابتداء میں پنڈت لیکھرام کے متعلق مندرجہ ذیل فارسی اشعار بھی لکھے:

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمد
رہ مولیٰ کہ گم کردند مردم
بجو در آل و اعوان محمد
الا اے منکر از شان محمد
ہم از نور نمایان محمد
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا نگر زغلمان محمد

یعنی خبردار اے اسلام کے نادان اور گمراہ دشمن! تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا رستہ جسے لوگ کھو بیٹھے ہیں۔ آ اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روحانی فرزندوں اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کے مددگاروں میں تلاش کر۔ ہاں اے وہ شخص! جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان اور آپؐ کے کھلے کھلے نور کا بھی منکر ہے اگرچہ کرامت بے نام و نشان ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں سے اس کا مشاہدہ کر لے۔''

- پھر 2۔ اپریل 1893ء کو حضورؑ نے ایک اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ:

''آج جو 2۔ اپریل 1893ء مطابق 14 ماہِ رمضان 1310ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا کہ اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے

میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں ملائک شدّاد وغلاّظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے؟ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔''(44)

- پھر آپ نے 1893ء میں ہی سرسید احمد خان صاحب مرحوم کو اپنی کتاب ''برکات الدعا'' میں مخاطب کر کے لکھا کہ:

ایکہ گوئی گر دعا ہارا اثر بودے کجاست
سوئے من شتاب بنمائم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدر تہائے حق
قصہ کوتاہ کن ببین از ما دعائے مستجاب

یعنی اے وہ شخص! جو کہتا ہے کہ اگر دعا میں کچھ اثر ہوتا ہے تو وہ کہاں ہے میری طرف آ کہ میں تجھے دعا کا اثر سورج کی طرح دکھاؤں گا۔ تو خدا تعالیٰ کی باریک در باریک قدرتوں سے انکار نہ کر اور اگر دعا کا اثر دیکھنا چاہتا ہے تو آ اور میری دعا کا نتیجہ دیکھ لے جس کے متعلق خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ قبول ہو گئی ہے یعنی لیکھرام کے متعلق میری دعا۔

پھر آپ نے اپنی کتاب ''کرامات الصادقین'' میں جس کا سن تصنیف 1893ء ہے۔ لکھا

وَبَشَّرَنِیْ وَقَالَ مُبَشِّراً سَتُعْرَفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ

یعنی مجھے لیکھرام کی موت کی نسبت خدا نے بشارت دی اور کہا کہ عنقریب تو اس عید کے دن کو پہچان لے گا اور اصل عید کا دن بھی اس عید کے قریب ہو گی۔

- پنڈت لیکھرام چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو بالکل ہی نا قابل التفات سمجھتے تھے اس لئے جوں جوں آپ کی طرف سے پیشگوئی کی وضاحت ہوتی گئی پنڈت صاحب شوخی و شرارت میں بڑھتے گئے وہ اس وہم میں مبتلا تھے کہ جس طرح انہوں نے چند سال قبل حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا تھا کہ:

”یہ شخص (یعنی حضرت مرزا صاحب) تین سال کے اندر ہیضہ سے مر جائے گا کیونکہ (نعوذ باللہ) کذاب ہے۔ اور پھر لکھا تھا کہ تین سال کے اندر اس کا خاتمہ ہوجائے گا اور اس کی ذریت میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔“(45)

- اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی بھی (نعوذ باللہ) جھوٹی ثابت ہوگی۔

مگر دیکھئے خدائے ذوالجلال کا فیصلہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے پانچویں سال جیسا کہ ایک الہام میں بتایا گیا تھا یُقْضٰی اَمْرُهٗ فِیْ سِتٍّ یعنی پنڈت لیکھرام کا معاملہ چھ سال میں ختم کردیا جائے گا کے مطابق پنڈت لیکھرام عیدالاضحی کے دوسرے دن 6 مارچ 1897ء کو شام کے چھ بجے پیشگوئی کے مطابق قتل کیا گیا اور اس طرح سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اپنی طرف سے نہیں بلکہ علاّم الغیوب خدا کی طرف سے تھی۔

حملہ کے معاً بعد لیکھرام کو زخمی حالت میں میو ہسپتال پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اس وقت ڈیوٹی پر تھے مگر انگریز سرجن ڈاکٹر پیری موجود نہ تھے جب ڈاکٹر کے آنے میں تاخیر ہوئی تو لیکھرام نے بار بار یہ کہنا شروع کردیا کہ ”ہائے میری قسمت کوئی ڈاکٹر بھی نہیں بوہڑدا یعنی نہیں پہنچتا“ آخر لمبے انتظار کے بعد رات 9 بجے ڈاکٹر پیری آئے آپریشن سے پہلے ڈاکٹر پیری صاحب نے اپنی معاونت کے لئے کئی دفعہ جب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ جو (جو اس وقت میڈیکل کالج کے طالب علم تھے) کو مرزا صاحب کہہ کر پکارا تو لیکھرام کانپ اُٹھا کہ ہائے مرزا یہاں ہسپتال میں بھی آپہنچا۔

بالآخر ڈاکٹر پیری نے آپریشن کیا۔ آپریشن چونکہ پیچیدہ تھا ٹانکے دوبارہ لگانے پڑے۔ اس دوران پولیس والوں نے لیکھرام کا بیان لینا چاہا جسے ڈاکٹر پیری نے یہ کہہ کر روک دیا کہ ابھی جان کا خطرہ تھا۔ بالآخر سامری کے بچھڑے کی طرح کراہتا اور بلبلاتا ہوا اسی رات صبح 4 بجے فوت ہوگیا۔

اور جس طرح پیشگوئی میں قبل از وقت بتلایا گیا تھا کہ سامری کے بچھڑے کی طرح اس کی ارتھی (نعش) جلائی گئی اور اس کی راکھ دریا میں بکھیر دی گئی۔(46)

قتل کے عینی شاہد کا بیان

حضرت شیخ عبدالقادر مصنف حیات طیبہ بیان کرتے ہیں:

آج بروز جمعہ مورخہ 12 فروری 1960ء کو بعد نماز عصر احمدیہ بیت الحمد بیرون دہلی دروازہ لاہور میں محترمی مولوی محب الرحمن ابن حضرت منشی میاں حبیب الرحمٰن کپورتھلوی ؓ نے چند دوستوں کے روبرو مندرجہ ذیل بیان اپنے قلم سے لکھ کر عنایت فرمایا۔

''خاکسار محب الرحمٰن عرض کرتا ہے کہ 1909ء کے قریب خاکسار کو ایک صاحب پنڈت گوکل چند ہیڈ ماسٹر نڈالوں ضلع ہوشیار پور نے بتایا کہ جس وقت پنڈت لیکھرام قتل ہوئے اس سے کچھ عرصہ پیشتر وہ ان سے سنسکرت پڑھا کرتے تھے انہی دنوں میں ایک مسلمان ان کے پاس آیا جس نے سنسکرت پڑھنے کا شوق ظاہر کیا اور چند دن پڑھتا رہا جس دن واقعہ قتل ہوا اس دن وہ وہاں موجود تھے اور واقعہ قتل کے وقت جس وقت چھری اسے لگی۔ اس نے ''ماں'' کہہ کر آواز نکالی۔ اس کی والدہ دوڑتی ہوئی آئی تو دیکھا کہ قاتل بڑے اطمینان سے آہستہ آہستہ لیکھرام کے پاس سے چل کر سامنے ایک کوٹھڑی میں چلا گیا۔ لیکھرام کی والدہ نے بڑھ کر کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگادی اور پولیس کو بتایا کہ قاتل اس کوٹھڑی میں ہے اس وقت انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس موجود تھا کوئی سپاہی کوٹھڑی میں جانے کے لئے تیار نہ ہوا تو سپرنٹنڈنٹ پولیس خود ایک ہاتھ میں پستول اور ایک ہاتھ میں لالٹین (کیونکہ کوٹھڑی میں اندھیرا تھا) لے کر اندر گیا اور اس نے لالٹین سے تمام کوٹھڑی کو اچھی طرح دیکھا اور کہا کہ یہاں کوئی نہیں۔ لیکھرام کی والدہ نے اصرار کیا کہ قاتل اسی کوٹھڑی میں ہے۔ اس پر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کہا کہ اگر مکھی بن کر نکل گیا ہو تو ممکن ہے ورنہ انسان کے نکلنے کی کوئی جگہ نہیں

ہے یہ واقعہ پنڈت گوکل چند نے حلفیہ بیان کیا تھا اور میں بھی اس کو حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ الراقم۔

محب الرحمن 12 فروری 1960ء

گواہ شدہ ڈاکٹر عبید اللہ بٹالوی گواہ شدہ ماسٹر محمد ابراہیم صدر حلقہ دہلی دروازہ (47)

چند آریہ سماجی لیڈروں کی طرف سے پیشگوئی کے پورا ہونے کا اعتراف

پنڈت دیو پرکاش کا بیان

- ایک اور مشہور آریہ سماجی پنڈت دیو پرکاش نے اپنی کتاب ''دافع الاوہام'' میں پنڈت لیکھرام کے واقعات قتل پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ جس کے لفظ لفظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے ہر حصہ کے پورے ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ پنڈت صاحب لکھتے ہیں ''13 فروری یا 14 فروری 1897ء کو ایک شخص لالہ ہنسراج جی کے پاس گیا اور پھر دوسرے روز دیانند کالج ہال میں دکھائی دیا وہ پنڈت لیکھرام جی کو تلاش کرتا تھا۔ پھر پنڈت جی کو ملا اس نے ظاہر کیا کہ وہ پہلے ہندو تھا عرصہ دو سال سے مسلمان ہو گیا تھا اور اب پھر اپنے اصل دھرم میں واپس آنا چاہتا ہے...وہ پنڈت جی کے ساتھ سایہ کی طرح رہنے لگا۔ کھانا بھی عام طور سے پنڈت جی کے گھر ہی کھایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ پنڈت جی یکم مارچ کو ملتان تشریف لے گئے۔ 5 مارچ کو عید کا دن تھا۔ قاتل نے اس دن پنڈت جی کے گھر ریلوے اسٹیشن آریہ پرتی ندھی سبھا کے دفتر میں 18 یا 19 چکر لگائے مگر پنڈت جی 5 مارچ کو ملتان نہ آسکے اس سے اس ظالم کا ارادہ پنڈت جی کو عید کے دن شہید کرنا تھا۔

6 مارچ کو صبح ہی پنڈت جی کے مکان پر پہنچا اور بعد ازاں پرتی ندھی کے دفتر سے ہوتا ہوا ریلوے اسٹیشن پر گیا اس روز پنڈت جی ملتان سے تشریف لے آئے قاتل خلاف معمول

کمبل اوڑھے ہوئے تھا اور بار بار تھوکتا تھا اور کانپ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر پنڈت جی نے سوال کیا کہ کیا بخار ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ ساتھ کچھ درد بھی ہے تب پنڈت جی اسے ڈاکٹر بشند اس کے پاس لے گئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اسے، بخار وغیرہ تو کچھ نہیں لیکن خون میں کچھ جوش ہے ڈاکٹر صاحب نے پلستر لگانے کو کہا مگر اس مکار نے انکار کر دیا اور کہا کہ کوئی پینے کی دوا دیجئے۔ تب پنڈت جی نے ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے اسے شربت پلایا۔ اس کے بعد پنڈت جی نے کچھ کپڑا خریدا اور گھر کو چلے آئے اور وہ ظالم بھی ساتھ ہی تھا جس مکان میں پنڈت جی کام کرتے تھے وہ گلی وچھووالی لاہور میں واقع ہے اور اس کا نقشہ حسب ذیل ہے۔ زینہ چڑھتے ہی چھت پر اس کے ساتھ لگا ہوا ایک برآمدہ ہے اس میں پنڈت جی کام کیا کرتے تھے۔ دو طرف دیوار۔ ایک طرف اندرونی کمرہ کا دروازہ۔ جس میں ان کی ماتا اور دھرم پتنی بیٹھی تھیں اور کواڑ بند تھا۔ چوتھی طرف بالکل کھلی ہوئی تھی۔ پنڈت جی چارپائی پر جا بیٹھے اور رشی دیانند کے جیون چرتر (سوانح عمری) کے کاغذات مکمل اور مرتب کرنے میں مشغول ہو گئے اور سفاک بھی بائیں طرف بیٹھ گیا... عین اس وقت جبکہ پنڈت جی نے مہرشی کے جیون کے اس آخری حصہ کو جس وقت کہ انہوں نے اپنی زندگی کو ویدک دھرم کے راستہ میں قربان کیا اور کہا کہ ایشور تیری اچھیا (خواہش) پورن (پوری) ہو ختم کیا اور تھکاوٹ کے سبب اٹھ کر 7 بجے شام کے وقت انگڑائی لی۔ اس وقت اس ظالم نے جو صبح سے موقع کی گھات میں تھا فوراً اُٹھ کر پنڈت جی کے پہلو میں چُھرا گھونپ دیا جس سے انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ پنڈت جی نے ایک ہاتھ سے انتڑیوں کو تھاما اور ایک سے چھری چھین لی تب پنڈت جی کی ماتا اور دھرم پتنی اس کی طرف دوڑیں۔ اس وقت اس بے رحم ظالم نے پنڈت جی کی بوڑھی ماتا کو بیلنا اس زور سے مارا کہ وہ اچانک چوٹ لگنے کے سبب سے بے ہوش ہو کر گر گئیں اور وہ بے ایمان قاتل فرار ہو گیا۔ کچھ دیر بعد لوگ جمع ہو گئے اور پنڈت جی کو ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے زخموں کو ملاحظہ کیا اور سینے میں مصروف رہے اور کہا کہ اگر صبح تک بچ گئے تو امید زیست ہے ورنہ نہیں۔

پنڈت جی جب تک ہسپتال میں جیتے رہے وید منتروں کا پاٹھ کرتے رہے اور آخر ایک بجے رات کے اپنی آخری وصیت کہ آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہو، کر کے آپ کی پاک روح قفس فانی سے عالم جاودانی کی طرف پرواز کر گئی۔'' (48)

بابو گھانسی رام صاحب ایم اے ایل ایل بی کا اعلان حق

ایک دوسرے آریہ سماجی بابو گھانسی رام ایم اے ایل ایل بی کھلے الفاظ میں فرماتے ہیں۔

صوبہ پنجاب کے دارالخلافت لاہور میں یہ قتل ہوا مگر پولیس قاتل کا پتہ چلانے میں ناکامیاب رہی۔ اتفاق دیکھئے کہ غلام احمد کی پیشگوئی پوری ہوئی اور پنڈت لیکھرام کو شہادت نصیب ہوئی۔ اس بات کو پرمیشر ہی جان سکتا ہے کہ یہ اس کا بھیجا ہوا عذاب تھا یا انسان کا۔'' (49)

پنڈت مدن گوپال سناتن دھرمی کا واضح اعتراف

یہ تو ایک آریہ سماجی دوست کا بیان ہے اب ایک کٹر سناتن دھرمی فاضل کا واضح اعتراف درج کیا جاتا ہے۔ جناب مدن گوپال مدن پاراشر سابق ایڈیٹر ''رندھیر'' پٹی ضلع لاہور لکھتے ہیں۔

''لیکھرام کے مارے جانے کی نسبت پیشگوئی اور الزام قتل سے انجام کار اپنے بری ہونے کی پیشگوئی پوری ہوئی۔'' (50)

ہندوؤں کی شورش

اس عظیم الشان پیشگوئی کے واضح رنگ میں پورے ہونے پر چاہئے تو یہ تھا کہ ہندو، اسلام اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی پر ایمان لے آتے مگر افسوس اس موقع پر ان کی قساوت قلبی میں اور بھی اضافہ ہو گیا اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف زبردست شورش برپا کر دی۔ آریہ لوگوں نے ملک میں اپنے جاسوسوں کا جال بچھا دیا اور ملک کا چپہ چپہ چھان مارا اور قاتل کو گرفتار

کروانے کے لئے بڑے بڑے انعام رکھے گئے مگر اس شورش کا حقیقی اور تمام تر رُخ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات مقدس کی طرف تھا۔ چنانچہ ہندو اخباروں نے آپ کے خلاف عوام اور حکومت دونوں کو مشتعل کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑا اور ملک بھر میں ایک زبردست آگ لگادی اور صریح لفظوں میں آپؑ کو قتل میں شریک قرار دیا گیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حفاظت خداوند کریم نے کی۔

ہندو اخبارات کا حضرت مرزا صاحب کو موردالزام ٹھہرانا

- اخبار ''عام'' نے حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ''اگر ڈپٹی صاحب یعنی آتھم کے ساتھ ایسا واقعہ ہوجاتا جس کا خمیازہ لیکھرام کو بھگتنا پڑا تب اور صورت تھی... یہ قتل کئی ایک اشخاص کی مدت کی سوچی اور سمجھی ہوئی اور پختہ سازش کا نتیجہ ہے جس کی تجاویز امرتسر اور گورداسپور کے نزدیک اور ادھر دہلی اور بمبئی کے اردگرد مدت سے ہورہی تھیں۔ کیا یہ غیراغلب ہے کہ اس سازش کا جنم ان اشخاص سے ہوا ہو کہ جو علانیہ بذریعہ تحریر و تقریر کہا کرتے تھے کہ پنڈت کو مار ڈالیں گے اور مزید برآں یہ کہ پنڈت اس عرصہ میں اور فلاں دن ایک دردناک حالت میں مرے گا۔ کیا آریہ دھرم کے مخالف چند ایک کتب کے ایک خاص مصنف کو اس سازش سے کوئی تعلق نہیں۔''(51)
- ''انیس ہند میرٹھ'' نے لکھا

''ہمارا ماتھا تو اس وقت ٹھنکا تھا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے لیکھرام کی موت کی نسبت پیشگوئی کی تھی۔ کیا اس کو علم الغیب تھا۔''(52)

حضرت صاحب کے گھر کی تلاشی

جب ہندوؤں کی کوئی تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی تو انہوں نے حکومت پر زور دیا کہ آپ کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ چلایا جائے۔ چنانچہ گورنمنٹ کے مشہور اور ماہر سراغرساں اس واقعہ کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوئے۔ لاہور اور امرتسر کے معزز مسلمانوں کی تلاشیاں لی گئیں۔

8۔اپریل 1897ء کو مسٹر لیمار چنڈ ایس پی گورداسپور اور میاں محمد بخش صاحب ڈپٹی انسپکٹر متعینہ بٹالہ نے پولیس کی ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ آپؑ کے گھر کی بھی تلاشی لی۔ مگر نتیجہ یہی نکلا کہ آپؑ یا آپؑ کی جماعت کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ پولیس کے آنے سے قبل حضرت میر ناصر نواب نے سخت پریشانی کے عالم میں عرض کی کہ حضور پولیس گرفتاری کے لئے آ رہی ہے۔ آپ علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا **"میر صاحب! دنیا دار لوگ خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا کرتے ہیں ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔ پھر ذرا تامل سے فرمایا مگر ایسا نہ ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں۔** (53)

سازش قتل میں شریک سمجھنے والے کو ایک نیک صلاح

آریہ پریس اور آریہ لیڈر چونکہ آپ ہی کو قتل کا ذمہ دار سمجھتے تھے اس لئے آپ نے "لیکھرام کی موت کے متعلق آریوں کے خیالات" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جس میں لکھا کہ "اگر اب بھی کسی شک کرنے والا کا شک دور نہیں ہو سکتا اور وہ مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں کہ جس سے یہ سارا قصّہ فیصلہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص (مرزا صاحب) سازش قتل میں شریک ہے یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا! ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبت ناک ہو۔ مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص (یعنی قسم کھانے والا) ایک برس تک میری بد دعا سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں اور اسی سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہئے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے

چھڑادے تو اس طریق کو اختیار کرے۔‘‘(54)

گنگا بشن کی جسارت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعوت قسم کے مقابلہ میں اور تو کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ایسی قسم کھاوے۔ البتہ آریہ قوم میں سے ایک شخص گنگا بشن نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ ’’میں قسم کھانے کو تیار ہوں۔‘‘ مگر اس کے لئے انہوں نے تین شرطیں لگا دیں۔ اوّل یہ کہ اگر پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت صاحب کو پھانسی کی سزا دی جائے۔ دوم یہ کہ ان کے لئے (یعنی لالہ گنگا بشن کے لئے)10 ہزار روپے گورنمنٹ میں جمع کرایا جائے یا ایسے بنک میں جس میں ان کی تسلی ہو سکے اور وہ بد دعا سے نہ مریں تو ان کو وہ روپیہ مل جائے۔ سوم یہ کہ جب وہ قادیان میں قسم کھانے کے لئے آویں تو اس بات کا ذمہ لیا جائے کہ وہ لیکھرام کی طرح قتل نہ کئے جائیں۔

لالہ گنگا بشن کی ان شرطوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منظور فرماتے ہوئے لکھا کہ لالہ گنگا بشن کو چاہئے کہ وہ ان الفاظ میں قسم کھاویں کہ:

’’میں فلاں بن فلاں قوم فلاں ساکن قصبہ فلاں ضلع فلاں اللہ جل شانہ کی یا پرمیشر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت پنڈت لیکھرام کا قاتل ہے اور میں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں کہ بالضرور لیکھرام، غلام احمد کی سازش اور شراکت سے قتل کیا گیا ہے اور ایسا ہی پورے یقین سے جانتا ہوں کہ یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی بلکہ ایک انسانی منصوبہ تھا جو پیشگوئی کے بہانہ سے عمل میں آیا۔ اگر میرا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اے خدائے قادر مطلق! اس شخص کا سچ ظاہر کرنے کے لئے اپنا یہ نشان دکھلا کہ ایک سال کے اندر مجھے ایسی موت دے کہ جو انسان کے منصوبہ سے نہ ہو اور اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا تو تمام دنیا یاد رکھے کہ میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگی کہ واقعی طور پر یہ خدا کا الہام تھا۔ انسانی سازش نہیں تھی

اور نیز یہ کہ واقعی طور پر سچا دین صرف اسلام ہے اور دوسرے تمام مذہب جیسے آریہ مذہب اور سناتن دھرم عیسائی وغیرہ تمام بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔

غرض اس مضمون کی قسم کسی معتبر اور مشہور اخبار میں چھپوانی ہوگی اور یہی قسم قادیان میں آکر جلسہ عام میں کھانی ہوگی۔ اب اگر میں اس وعدہ سے پھر جاؤں تو میرے پر خدا کی لعنت ورنہ تمہارے پر۔

آپ کی درخواست کے موافق مجھ پر واجب ہوگا کہ میں دس ہزار روپیہ آپ کے لئے جمع کرادوں اور میری درخواست کے موافق آپ پر واجب ہوگا کہ آپ بلاکم وبیش اسی قسم کا اقرار مؤکّد بقسم کسی معتبر اور مشہور اخبار میں جیسا کہ اخبار عام۔ شائع کردیں اور جیسا کہ میں تسلیم کر چکا ہوں۔ آپ کے اس چھپے ہوئے اقرار کے پہنچنے کے بعد دو مہینے تک دس ہزار روپے جمع کرادوں گا۔ اگر نہ کراؤں تب بھی کاذب شمار کیا جاؤں گا۔'' (55)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب لالہ گنگا بشن صاحب کی تینوں شرطوں کو منظور فرمالیا اور قسم کے الفاظ بھی تحریر کردیئے تو لالہ گنگا بشن نے ''ہمدرد ہند'' لاہور 12۔ اپریل میں ایک اور شرط زائد کردی اور وہ یہ کہ جب مرزا صاحب (نعوذ باللہ من ذالک) جھوٹا ہونے کی صورت میں پھانسی کی سزا سے مارے جائیں تو ان کی لاش مجھے (یعنی لالہ گنگا بشن) کو مل جائے اور پھر وہ اس لاش سے جو چاہیں کریں جلادیں، دریا برد کردیں یا اور کارروائی کریں۔

اس شرط کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

''یہ شرط بھی مجھے منظور ہے اور میرے نزدیک بھی جھوٹے کی لاش ہر ایک ذلت کے لائق ہے اور یہ شرط درحقیقت نہایت ضروری تھی جو لالہ گنگا بشن صاحب کو عین موقعہ پر یاد آگئی لیکن ہمارا بھی حق ہے کہ یہی شرط بالمقابل اپنے لئے بھی قائم کریں... اور وہ یہ ہے کہ جب گنگا بشن صاحب حسب

منشاء پیشگوئی مرجائیں تو ان کی لاش بھی ہمیں مل جائے تا بطور نشان فتح وہ لاش ہمارے قبضہ میں رہے اور ہم اس لاش کو ضائع نہ کریں گے بلکہ بطور نشان فتح مناسب مصالحوں کے ساتھ محفوظ رکھ کر عام منظر میں یا لاہور کے عجائب گھر میں رکھا دیں گے۔ لیکن چونکہ لاش کے وصول پانے کے لئے ابھی سے کوئی احسن انتظام چاہئے۔ لہٰذا اس سے زیادہ کوئی انتظام احسن معلوم نہیں ہوتا کہ پنڈت لیکھرام کی یادگار کے لئے جو پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار روپے جمع ہوا ہے اس میں سے دس ہزار روپیہ بطور ضمانت لاش ضبط ہو کر سرکاری بنک میں جمع رہے اور کاغذات خزانہ میں یہ لکھوا دیا جائے کہ اگر ایک سال کے اندر گنگا بشن فوت ہو گیا اور اس کی لاش ہمارے حوالہ نہ کی گئی تو بعوض اس کے بطور قیمت لاش یا تاوان عدم حوالگی لاش دس ہزار روپیہ ہمارے حوالہ کر دیا جائے گا اور ایسے اقرار کی ایک نقل معہ دستخط عہدیدار افسر خزانہ کے مجھے بھی ملنی چاہیے۔"(56)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس شرط کے جواب میں لالہ گنگا بشن صاحب نے لکھا کہ

''میں آریہ سماج کا ممبر نہیں تا وہ اس قدر میرے لئے ہمدردی کر سکیں کہ دس ہزار روپے جمع کرادیں۔''(57)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواباً لکھا کہ

''یاد رہے کہ گنگا بشن صاحب کو دس ہزار روپے جمع کرانا کچھ بھی مشکل نہیں کیونکہ اگر آریہ صاحبوں کی بھی درحقیقت یہی رائے ہے کہ لیکھرام کا قاتل درحقیقت یہی راقم ہے اور وہ یقین دل سے جانتے ہیں کہ الہام اور مکالمہ الٰہی سب جھوٹی باتیں ہیں بلکہ اس راقم کی سازش سے وقوعہ قتل ظہور میں آیا ہے تو وہ بشوق دل لالہ گنگا بشن کو مدد دیں گے اور دس ہزار کیا وہ پچاس ہزار تک جمع کرا سکتے ہیں اور وہ یہ بھی انتظام کر سکتے ہیں کہ جو دس ہزار روپیہ مجھ سے لیا جائے گا وہ آریہ سماج کے نیک کاموں میں خرچ ہوگا۔ تو اب آریہ صاحبوں کا اس بات میں کیا حرج ہے کہ بطور ضمانت دس ہزار روپیہ جمع کرادیں بلکہ یہ

تو ایک مفت کی تجارت ہے جس میں کسی قسم کا دھڑ کا نہیں ۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ گورنمنٹ کو معلوم رہے گا کہ آریہ قوم کی رضامندی سے یہ معاملہ وقوع میں آیا ہے۔ نیز اس اعلیٰ نشان سے روز کے جھگڑے طے ہوجائیں گے۔

اور اگر یہ حالت ہے کہ آریہ قوم کے معزز، لالہ گنگا بشن کو اس رائے میں کہ یہ عاجز لیکھرام کا قاتل ہے۔ جھوٹا سمجھتے ہیں...تو پھر مجھے کونسی ضرورت ہے کہ ایسے شخص کے مقابلہ کا فکر کروں جس کو پہلے سے اس کی قوم ہی جھوٹا تسلیم کر چکی ہے۔"

آخر میں حضورؑ نے لکھا کہ

"اگر لالہ گنگا بش کو ہماری یہ شرط منظور نہیں تو آئندہ ان کو ہرگز جواب نہیں دیا جائے گا اور ان کے مقابل پر ہمارا یہ آخری اشتہار ہے۔"(58)

مولوی محمد حسین صاحب کو دعوت قسم

ہندوؤں کو تو مخالفت کا حق پہنچتا تھا کیونکہ پنڈت لیکھرام ان کے سماجی لیڈر تھے مگر بعض مسلمان بھی سابقہ روش پر چلتے ہوئے مخالفت میں اندھے ہو گئے۔ ان میں سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایک تھے۔ انہوں نے اس امر کی ہرگز پرواہ نہ کی کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے ان کے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت ثابت ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریراً وتقریراً یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ پیشگوئی جھوٹی تھی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا۔

"مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی لیکھرام والی جھوٹی نکلی تو انہیں مخالفانہ تحریر کے لئے تکلیف اُٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالیں کہ یہ پیشگوئی خدا کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی اور فی الواقعہ پوری ہوگئی ہے تو اے قادر مطلق! ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس

عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھ لیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارہ میں ہیں جلا دیں گے اور اگر وہ اب بھی گریز کریں تو اہل اسلام خود سمجھ لیں کہ ان کی کیا حالت ہے اور کہاں تک ان کی نوبت پہنچ گئی ہے۔" (59)

اس اشتہار کی اشاعت کے بعد مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی لالہ گنگا بشن داس کی طرح خاموشی اختیار کر لی۔

سو یہ پیشگوئی اپنی پوری شان کے ساتھ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا نعرہ بلند کرتی ہوئی پوری ہوئی اور اب اسے سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک آسمانی فیصلہ قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا:

"یہ پیشگوئی ایک بڑے مقصد کے ظاہر کرنے کے لئے کی گئی تھی لیکن اس بات کا ثبوت دینے کے لئے کہ آریہ مذہب بالکل باطل اور وید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے پاک رسول اور برگزیدہ نبی اور اسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا مذہب ہے۔ سو اس پیشگوئی کو نری ایک پیشگوئی خیال نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک آسمانی فیصلہ ہے۔" (60)

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

1897ء

شیخ رحمت اللہ کے مکان واقع انارکلی میں ورود

ملتان میں ایک مقدمہ میں گواہی دینے کے بعد اکتوبر 1897ء میں واپسی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محترم شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہاؤس کے

مکان میں چند دن قیام فرمایا۔ (61) ☆

لاہور میں ان دنوں شدید مخالفت تھی۔ جہاں سے بھی آپؑ گزرتے ''آوارہ'' بداخلاق اور بدمذاق لوگ آپ پر آوازیں کستے مگر کچھ سنجیدہ اور باوقار طبقہ بھی موجود تھا جو کثرت کے ساتھ آپ کی مجالس میں آتا اور حضورؑ کی پُر معارف گفتگو سنتا اور اپنی روحانی پیاس کو بجھاتا۔

حضرت مصلح موعودؓ جو اس سفر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ تھے اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

''میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی میں بھی اس سفر میں آپؑ کے ساتھ تھا۔ میں اس مخالفت کی جو لوگ آپؑ سے کرتے تھے وجہ تو نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے یہ دیکھ کر سخت تعجب آتا کہ جہاں سے آپؑ گزرتے لوگ آپؑ کے پیچھے کیوں تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے ہیں؟ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ایک ٹنڈا شخص جس کا ایک پونچا کٹا ہوا تھا۔ اور بقیہ ہاتھ پر کپڑا بندھا ہوا تھا نہیں معلوم کہ ہاتھ کے کٹنے ہی کا زخم تھا یا کوئی نیا زخم تھا وہ بھی لوگوں میں شامل ہو کر غالباً مسجد وزیر خان کی سیڑھیوں پر کھڑا تالیاں پیٹتا اور اپنا کٹا ہوا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتا تھا اور دوسروں کے ساتھ مل کر شور مچا رہا تھا کہ ''ہائے ہائے مرزا نٹھ گیا'' (یعنی میدان مقابلہ سے فرار ہو گیا) اور میں ان الفاظ کو دیکھ کر سخت حیران تھا خصوصاً اس شخص پر اور دیر تک گاڑی سے سر نکال کر اس شخص کو دیکھتا رہا۔ (62)

☆ حیات طیبہ (63)'' کے مطابق یہ مکان بمبئے ہاؤس کے عقب میں تھا اور دکان انارکلی میں پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی کے سامنے تھی۔ اس وقت پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی اور بائبل سوسائٹی کی ایک ہی عمارت تھی جو پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی کہلاتی تھی۔ 1904ء میں بائبل سوسائٹی الگ ہو گئی اور مشترکہ عمارت میں سے مال روڈ کی Side والا حصہ بائبل سوسائٹی کو ملا۔ اس طرح شیخ رحمت اللہ صاحب کا گھر اب بائبل سوسائٹی کے سامنے نمبر 188 انارکلی ہے۔ مکان کی شکل تبدیل ہو چکی ہے۔ دکان کے اوپر مکان کے باہر ایک طاقچہ (چھجہ) ہوا کرتی تھی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما ہو کر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

محترم چوہدری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ ای اے سی بیان کیا کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام کے نزول اور موجودگی کی وجہ سے حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کا دولت کدہ جوان کی پُرانی دکان بمبئے ہاؤس کے عقب میں تھا باعث رشک جنت بنا رہتا تھا۔ حضورؑ باہر بالکونی میں تشریف فرما ہوتے اور دوستوں کے سوالات کے جوابات دیا کرتے۔ ایک عیسائی کے سوال کہ **''قرآن مجید میں جو قصے درج ہیں وہ بائبل سے لئے گئے ہیں'' کے جواب میں حضورؑ نے فرمایا "غرض جس طرح گھاس پھوس اور چارہ گائے کے پیٹ میں جا کر لہو اور پھر تھنوں میں جا کر دودھ بن جاتا ہے۔ اس طرح تورات اور انجیل کی کہانیاں اور داستانیں قرآن میں آ کر نور اور حکمتیں بن گئیں۔"** (64)

1897ء

بھاٹی دروازہ سے گزر

حضرت میاں معراج الدینؓ پہلوان صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ "1898ء☆ میں جب شہر میں ہر طرف پنڈت لیکھرام کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پورا ہونے کا چرچا تھا۔ آپ بھاٹی دروازہ کے بازار۞ سے گزرے۔ آپ کے ساتھ تیس کے قریب دوست احباب تھے۔ میاں مولا بخش صاحب جو احمدی نہیں تھے بھی حضورؑ کی آمد کا علم پا کر میرے ساتھ زیارت کے لئے بازار میں پہنچے اور میاں مولا بخش نے حضورؑ کو دیکھ کر کہا کہ ''سبحان اللہ یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہوسکتا۔'' (65)

☆ 1897ء معلوم ہوتا ہے کیونکہ 1898ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف نہیں لائے۔

۞ بھاٹی دروازہ کا مین بازار مراد ہے حضور بھاٹی دروازہ سے اندر داخل ہوئے تھے اور کسی کے گھر تشریف لے گئے تھے جس کا علم نہیں ہوسکا۔

یہ دروازہ لاہور کے مغرب کی جانب ہے۔ یہاں سے سیدھا بادشاہی مسجد کو جاتا ہے۔ یہ دروازہ بھاٹ قوم سے منسوب ہے۔

1900ء

مشن ہائی سکول رنگ محل میں ’’زندہ رسول‘‘ پر لیکچر

پادری لیفرائے جو بشپ کے عہدہ پر فائز ہو کر لندن سے لاہور آئے تھے آتے ہی لاہور میں ’’معصوم نبی‘‘ اور ’’زندہ نبی‘‘ پر لیکچر دینے کا اعلان کیا اور بڑی جرأت کے ساتھ مسلمانوں کو مقابلے کا چیلنج دیا... ان کا پہلا لیکچر ’’معصوم نبی‘‘ کے عنوان پر 18 مئی 1900ء کو ہوا۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا تمام انبیاء کو گنہگار ثابت کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو مقابلہ پر بلایا۔ علماء حضرات اور دوسرے مسلمان لاحول پڑھتے ہوئے چل پڑے مگر حضرت مفتی محمد صادقؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جو اتفاق سے وہاں موجود تھے) نے کھڑے ہو کر اس چیلنج کو قبول کیا اور با آواز بلند بشپ صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ نے جو دلائل مسیحؑ کی عصمت ثابت کرنے کے لئے اناجیل سے دیئے ہیں وہ ان کے ارادتمندوں کے بیان کردہ ہیں اور ارادتمند ہمیشہ تعریف ہی کیا کرتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کے اپنے فرمان کو دیکھیں تو وہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے ایک حواری کے جواب میں اپنی نسبت فرماتے ہیں کہ

’’تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں سوائے باپ کے جو آسمان پر ہے۔‘‘ (66)

جس سے معلوم ہوا۔ وہ اپنے آپ کو معصومیت کے مقام پر کھڑا کرنے کے لئے تیار نظر نہیں آتے۔ جبکہ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور معصوم تھے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے تو ہی معصوم ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا یہ استدلال سن کر پادری صاحب جلسہ گاہ چھوڑ کر چلے گئے۔

ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری لیفرائے کے لیکچر کا علم پا کر بذریعہ اشتہار ''بشپ صاحب لاہور سے ایک سچے فیصلہ کی درخواست'' (67) بشپ صاحب کو ''معصوم نبی'' کے موضوع پر بحث کے لئے بلایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ اشتہار لاہور اور دیگر شہروں میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریزی میں ترجمہ کروا کر بشپ صاحب کو بھی پہنچا دیا گیا اور حضرت مسیحؑ کا واسطہ دے کر اس مباحثہ کو منظور کرنے کی درخواست دی گئی مگر بشپ صاحب کو قبول کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ (68) اس کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش بندی کے لئے ''زندہ رسول'' پر بھی ایک لیکچر تیار کر کے حضرت مفتی محمد صادقؓ کو بھجوایا تا لیفرائے کے لیکچر کے مقابل پر پڑھا جا سکے۔ جس کے لئے 25۔ اپریل 1900ء کی تاریخ مقرر تھی۔ اس کا انتظام مشن ہائی سکول☆ رنگ محل میں وسیع پیمانہ پر کیا گیا تھا۔ اس میں تین ہزار کے قریب آدمی تھے۔ اس لیکچر کے لئے بھی لاہور کے علماء کو مقابلہ پر بلایا گیا تھا مگر لاہور سے تو کوئی عالم مقابل پر نہ آیا تاہم امرتسر سے مولوی ثناء اللہ کو بلایا گیا جنہوں نے لیفرائے کا مقابلہ کرنے کی بجائے مسلمانوں کو لیکچر سننے سے روکا جس پر مسلمانوں نے سخت شرمندگی محسوس کی۔ مگر ایک مرد میدان تھا جس کا مضمون حضرت مفتی محمد صادقؓ نے لیفرائے کی تقریر کے بعد پڑھا۔ پھر کیا تھا سامعین مسحور ہوتے جاتے۔ جوں جوں مضمون آگے بڑھا اور لیفرائے کے لیکچر میں اٹھائے گئے تمام سوالات کا ایک ایک کر کے جواب پا کر حیران ہوتے گئے کیونکہ حضرت مرزا صاحب کو بشپ لیفرائے کے دلائل کا قبل از وقت علم ہو گیا تھا اور ان دلائل کا توڑ سن کر خوش ہوتے گئے۔ خود بشپ صاحب اور ان کے ساتھی بھی اس مضمون کو سن کر ششدر رہ گئے۔ (69)

☆ رنگ محل میں عیسائیوں کا یہ مشہور اسکول تھا۔ اب یہ مشن ہائی اسکول کے نام سے موسوم ہے اور شاہ عالم مارکیٹ کے قریب واقع ہے۔

1903ء

میاں چراغ دین رئیس لاہور کے مکان میں قیام

جنوری 1903ء میں جہلم میں مولوی کرم دین کی طرف سے دائر کردہ ایک مقدمہ کی پیروی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جہلم جانا پڑا۔ گزرتے ہوئے مورخہ 16 جنوری اور واپسی پر 18 جنوری کو ایک ایک رات کے لئے آپ میاں چراغ دین صاحب کے نئے مکان☆ واقع بیرون دہلی گیٹ میں ٹھہرے۔ (70)

میاں چراغ دین صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نہایت گہرے مراسم تھے۔ حضرت صاحب اپنی لاہور آمد پر عموماً ان کے گھر کو اپنا گھر ۞ سمجھ کر ان کے ہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ نمازیں بھی انہی کے گھر باجماعت ادا کی جاتی تھیں۔ مہمان خانہ بھی انہی کا گھر تھا اور جماعت کے ساتھ ان کا سلوک اس قسم کا تھا جس طرح ایک باپ کا اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ (71)

☆ یہ مکان آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ پہلے یہ "مبارک منزل" کہلاتی تھی۔ اب یہ دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ایک مبارک منزل اور دوسری "دارالسلام" کہلاتی ہے۔ وہ مبارک کمرہ جہاں حضور علیہ السلام نے رہائش رکھی۔ مجالس علم و عرفان منعقد ہوئیں۔ نمازیں باجماعت ادا کیں۔ "دارالسلام" کے حصہ میں آیا اور آج بھی میاں چراغ دین صاحب کی احمدی فیملی مقیم ہے۔

یہ مکان مشہور جہازی بلڈنگ کے بالکل سامنے ہے۔ لنڈا بازار سے جب سرکلر روڈ کی طرف براستہ بازار سازاں (تانگہ مارکیٹ) آئیں تو بائیں طرف 10۔ دارالسلام واقع ہے۔

۞ میاں نذیر حسین صاحب ولد حضرت حکیم محمد حسینؓ مرہم عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے آخری سفر لاہور سے کچھ عرصہ قبل خواجہ کمال الدین اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے قادیان پہنچ کر حضورؑ سے درخواست کی کہ اب ہم نے کھلے میدان میں مکان بنوائے ہیں اب کی مرتبہ ہمارے یہاں قیام فرماویں۔ حضور نے فرمایا۔ لاہور میں ہمارا گھر تو میاں چراغ دین والا گھر ہے اگر میاں صاحب اجازت دیں تو ہم آپ کے ہاں ٹھہر جائیں گے۔ ان کے بے حد اصرار پر حضرت میاں چراغ دین صاحب نے اجازت دے دی۔ اس طرح حضورؑ نے اپنے آخری سفر لاہور میں احمدیہ بلڈنگز میں قیام فرمایا۔ (72)

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات پر جب جماعت میں اختلاف پیدا ہوا تو مبائعین کا مرکز بھی آپ ہی کی بیٹھک تھا۔(73) بعد میں مبائعین کا نماز سنٹر بھی کافی عرصہ رہا۔(74)

اسی سفر کے دوران لاہور ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مقدمہ میں کامیابی کے بارہ میں یہ الہام ہوا۔ ''اُرِیْكَ بَرَكَاتٍ مِنْ كُلِّ طَرَفٍ'' کہ میں تجھے ہر ایک پہلو سے برکتیں دکھلاؤں گا۔(75)

لاہور کے اس قیام میں آپ جب میاں چراغ دین صاحب کے مکان پر فروکش تھے کچھ دوستوں نے باران رحمت کے لئے دعا کی درخواست کی کیونکہ اس سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کے آثار نظر آرہے تھے۔ یہ سن کر خدا کے مسیحؑ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ حضرت شیخ محمد حسینؓ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت چاند کی چاندنی تھی اور آسمان بالکل صاف تھا مگر حضورؑ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھتے ہی ایک چھوٹی سی بدلی نمودار ہوئی اور بارش کی بوندیں پڑنا شروع ہوئیں۔ اِدھر حضورؑ نے دعا ختم کی اور اُدھر بارش تھم گئی۔ بارش صرف چند منٹ ہی ہوئی مگر ہوئی موسلا دھار اور اس کے بعد آسمان صاف ہو گیا۔ یہ واقعہ میری موجودگی میں ہوا۔(76)

حضور علیہ السلام کی اپنے دوستوں سے شفقت اور ہمدردی کا ایک واقعہ اس سفر میں رونما ہوا۔ حضرت قاضی سید حبیب اللہؓ آف شاہدرہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؑ جب مقدمہ کے لئے جہلم تشریف لے جارہے تھے تو میں بھی میاں میر اسٹیشن سے حضور کے ساتھ ہولیا۔ رات تمام مہمان میاں چراغ دین صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔ میں نے حضرت مفتی محمد صادقؓ سے درخواست کی کہ میرا بستر حضور کے بستر کے پاس کر دیں۔ میں حضور کو نفل پڑھتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ رات 2 بجے میں وضو کرنے کے بعد جب واپس اپنی جگہ آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص میرے بستر پر نماز پڑھ رہا ہے۔ میں نے ایک دوست سے کہا کہ دیکھو کوئی اور دوست میری جگہ آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔ حالانکہ میں

نے بڑی مشکل سے ہی جگہ لی تھی۔ جب اس نمازی نے سلام پھیرا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت صاحب خود ہیں۔ سلام پھیرتے ہی حضورؑ نے فرمایا۔ آیئے! آپ اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں۔ میں نے بہت معذرت کی مگر آپ نے مجھے پکڑ کر اس جگہ پر بٹھا دیا اور آپ دوسری جگہ تشریف لے گئے۔ (77)

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حضورؑ حضرت میاں چراغ دینؓ کے گھر کو اپنا گھر سمجھ کر تشریف لاتے تھے۔ دوران قیام کئی ایک مجالس عرفان منعقد ہوئیں تھیں۔ بعض مواقع پر مختصر تقاریر☆ بھی کیں۔ یہ تقاریر بعد میں تقریروں کے مجموعہ کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔ (78)

1903ء

حضرت حاجی میاں محمد موسیٰؓ آف نیلا گنبد کی دکان کے باہر تشریف آوری

1904ء۞ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نیلا گنبد میں واقع حضرت حاجی میاں محمد موسیٰؓ کی دکان۞۞ کے باہر کچھ وقت کے لئے تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ کر پانی پیا۔ (79)

☆ اس سفر کے فرمودات ملفوظات جلد دوم کے آخری اور جلد سوئم کے ابتدائی حصہ میں شائع ہو چکے ہیں۔

۞ یہ واقعہ 1903ء کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ 1902ء میں تو حضور لاہور تشریف نہیں لائے۔

☆☆ حضرت میاں محمد موسیٰؓ کی نیلا گنبد میں سائیکلوں کی دکان المعروف موسیٰ اینڈ سنز کے نام سے تھی جو اولاد میں تقسیم ہوتی گئی اور وہ حصہ دکان جس کے سامنے حضور تشریف فرما ہوئے ان کے بیٹے جناب محمد یحییٰ صاحب کے حصہ میں آیا۔ جن کا ایڈریس یہ ہے A-27 سائیکل ہاؤس بالمقابل فوارہ نیلا گنبد لاہور۔ (اگلے صفحہ پر)

- حضرت قاضی محبوب عالمؓ کی روایت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ حضرت اماں جانؓ بھی تھیں۔ آپ حضرت اماں جانؓ کو عجائب گھر چھوڑ کر یہاں تشریف لائے تھے۔ ان دنوں حضرت قاضی محبوب عالمؓ، حاجی میاں محمد موسیٰؓ کے پاس ملازم تھے۔ وہ مزید بیان کرتے ہیں کہ اس اثناء میں ایک شخص محمد امین نامی آیا اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور نہایت گستاخی اور بے باکی سے یا دجال، یا کافر کہہ کر السلام علیکم کہا۔ حضورؑ مسکرائے اور فرمایا کہ **"دجال بھی اور السلام علیکم بھی۔ یہ دو متضاد باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔"** نیز فرمایا کہ **"یہ مسلمانوں کی انتہائی بد نصیبی ہے کہ ان کے درمیان دجال پیدا ہو گیا جبکہ ان کو ضرورت کسی مصلح کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں ان پر رحم فرمایا جبکہ ان کی حالت پراگندہ تھی اور شیرازہ بکھرا ہوا تھا مگر افسوس کہ وہ بدقسمتی سے ایک ہادی کو دجال کہہ بیٹھے۔"** (80)

1904ء

میاں معراج الدین عمر کے مکان میں قیام

گورداسپور میں حضور علیہ السلام کے خلاف مولوی کرم دین سکنہ بھیں کے مقدمہ کے سلسلہ میں آپؑ اکثر گورداسپور تشریف لے جاتے تھے۔ 18۔ اگست 1904ء کی پیشی کے بعد آپؑ احباب جماعت لاہور کے اصرار ☆ پر لاہور تشریف لائے اور حضرت میاں معراج الدین

بقیہ حاشیہ

نیلا گنبد، انارکلی کے پاس بلند و بالا اور کشادہ مقبرہ ہے۔ جو نیلے رنگ کی وجہ سے نیلا گنبد کہلاتا ہے۔ گنبد کے نیچے شیخ عبدالرزاق مدفون ہیں جو ہمایوں کے دور میں لاہور آئے تھے۔ مقبرہ کی جگہ ان کی خانقاہ تھی جہاں وہ بیٹھ کر یاد الٰہی کیا کرتے تھے۔ (81)

☆ محترم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت نے اپنی تحقیق کے دوران یہ لکھا ہے کہ 1903ء کے سفر لاہور میں حضور نے خود ہی اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ کسی وقت لاہور میں چند دن رہ کر (اگلے صفحے پر)

عمر صاحب کے نئے ☆ مکان واقع بیرون دہلی گیٹ میں قیام فرمایا۔(82)

اس گھر میں کثیر لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی۔ حضرت شیخ محمد حسین صاحب ڈھینگڑہ (جو بوقت بیعت حضور کے قدموں میں بیٹھے تھے) بیان کرتے ہیں کہ میرا ہاتھ حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر تھا۔ پھر بہت سے لوگوں کے ہاتھ تھے۔ بعضوں نے پیٹھوں پر اور بعض نے پگڑیاں لمبی کر کے ان کو پکڑ کر بیعت کی تھی۔(83)

حضرت میاں نور محمدؓ گنج مغل پورہ نے بھی اسی گھر میں بیعت کی تھی۔(84)

بیعت کی اہمیت پر لیکچر

چونکہ ایک جم غفیر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اطاعت نبھانے کا عہد کیا تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضروری جانا کہ بیعت کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی جائے۔ چنانچہ اس موقع پر آپ کے طویل لیکچر سے ایک حصہ احباب کے استفادہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

(بقیہ) مخالفین کو اتمام حجت کیا جائے اور جو بدگمانیاں ہماری نسبت ہمارے کم فہم مخالفوں نے عوام الناس کے دلوں میں بٹھا رکھی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ یہ لوگ غلطی میں رہ کر جاہلانہ موت نہ مریں۔(85)

☆ میاں معراج الدین عمر صاحب اور میاں چراغ دین صاحب کے مکان آپس میں ملے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ کچھ حصہ فروخت ہوتا گیا۔ اس طرح اب ان کے مکانوں کے درمیان دو تین مکانات کا فاصلہ آ چکا ہے۔ وہ مبارک جگہ جہاں حضور علیہ السلام نے قیام فرمایا برلب سڑک (35 سرکلر روڈ) محمدی سٹریٹ کے کنارے پر واقع ہے۔ جہاں بعد میں لمبا عرصہ نیشنل بنک کی شاخ رہی۔ آج کل حافظ بلڈنگ کے نام سے موسوم ہے جو حافظ اللہ رکھا نے خرید لی تھی۔ محمدی سٹریٹ پہلے میاں چراغ دین صاحب کے نام پر چراغ سٹریٹ کہلاتی تھی۔ اسی گلی میں ہماری احمدیہ بیت الحمد ہے۔ جبکہ دیگر مہمانوں کے لئے میاں چراغ دین صاحب کی مبارک منزل آراستہ کی گئی۔(86)

آپؑ نے فرمایا:

''دیکھو! اور یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو کہ میں گناہ سے پرہیز کروں گا۔ یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف ان کی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہو گی جب کہ دلوں میں تبدیلی اور خدا تعالیٰ کا خوف ہو ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر میں گئے تو وہی بُرے خیالات اور حالات رہے تو اس سے کیا فائدہ؟ یقیناً مان لو کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو ہرگز ممکن نہیں کہ انسان ان سب گناہوں سے بچ سکے جو کہ اسے مصری پر چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ مگر خوف ہی ایک ایسی شئے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔ مثلاً بلی جو کہ دودھ کی بڑی حریص ہے جب اسے معلوم ہو کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے۔ پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پھنسے اور موت آئی تو وہ اس دودھ اور دانہ کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اس کی وجہ صرف خوف ہے پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہوتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں تو انسان جو عقل مند ہے اسے کس قدر خوف اور پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ موقع بہت بہت ہی بدیہی ہے کہ جس موقعہ پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے اس موقعہ پر وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا۔ مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسی کو جانے کو کہا جاوے تو کوئی بھی جرأت کر کے نہیں جاتا حتیٰ کہ اگر حکام بھی حکم دیویں تو بھی ترساں اور لرزاں جائے گا اور دل پر یہ ڈر غالب ہوگا کہ کہیں مجھ کو بھی طاعون نہ ہو جاوے اور وہ کوشش کرے گا کہ مفوضہ کام کو جلد پورا کر کے وہاں سے بھاگے۔ پس گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا ہے۔ لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو اس کے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔ جس قدر خدا تعالیٰ کی قدر خدا تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر خوف

زیادہ ہوگا۔

ے

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

اس امر میں اصل معرفت ہے اور اس کا نتیجہ خوف ہے۔ معرفت ایک ایسی شئے ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان ادنیٰ ادنیٰ کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے۔ جیسے پسو اور مچھر کی جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ خدا جو قادر مطلق اور علیم اور بصیر ہے اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے، اس کے احکام کے برخلاف کرنے میں یہ اس قدر جرأت کرتا ہے۔ اگر سوچ کر دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ معرفت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت طلب کرو

بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں، لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر دہریت ہے۔ کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اس کے یقین کامل ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ وہ اس وقت حاصل ہوگا جب کہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے۔ ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے رہو اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں جب تک خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔ نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اسے محفوظ نہ رکھے گا تب تک وہ سچی

نماز ہرگز نہ ہوگی۔نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شئے ہے جسے دل بھی محسوس کرے کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانہ الوہیت پر گر پڑے۔ جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے اور تضرع سے مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دور ہوں۔اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہوگئی ہے جیسے اژدھا میں ایک سم قاتل ہے۔اسی طرح نفس امارہ میں بھی سم قاتل ہوتا ہے اور جس نے اسے پیدا کیا۔اسی کے پاس اس کا علاج ہے۔

کبھی یہ دعویٰ نہ کرو کہ میں پاک صاف ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ (النجم:33) کہ تم اپنے آپ کو مزکی مت کہو۔وہ خود جانتا ہے کہ تم میں سے متقی کون ہے۔ جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہوجاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کا متولی اور متکفل ہوجاتا ہے۔اور جیسے ماں بچے کو گود میں پرورش کرتی ہے اسی طرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور یہی حالت ہے کہ خدا تعالیٰ کا نور اس کے دل پر گر کر کل دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن ایسی حالت میں بھی اسے ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہئے کہ اب یہ طاقت مجھ میں مستقل طور پر پیدا ہوگئی ہے اور کبھی ضائع نہ ہوگی جیسے دیوار پر دھوپ ہو تو اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے گی۔ اس پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے کہ دیوار جب دھوپ سے روشن ہوئی تو اس نے آفتاب کو کہا کہ میں بھی تیری طرح روشن ہوں۔آفتاب نے کہا کہ رات کو جب میں نہ ہوں گا تو پھر تو کہاں سے روشنی لے گی؟اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے وہ بھی مستقل نہیں ہوتی بلکہ عارضی ہوتی ہے اور ہمیشہ اسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے استغفار کی

ضرورت ہے۔ انبیاء جو استغفار کرتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اوران کوخطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی چادر جو ہمیں عطا کی گئی ہے ایسا نہ ہو کہ وہ چھن جاوے۔

استغفار کی حقیقت

نادان لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ کہتے اور فخر کرتے ہیں کہ مسیح استغفار نہ کرتا تھا حالانکہ یہ بات کسی قسم کے ناز کی نہیں بلکہ رونے اور افسوس کرنے کی ہے اگر وہ استغفار نہ کرتا تو گویا اس نور سے بالکل محروم تھا جو کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کو عطا کیا کرتا ہے۔ کوئی نبی جس قدر زیادہ استغفار کرنے والا ثابت ہوگا اسی قدر اس کا درجہ بڑا اور بلند ہوگا۔ لیکن جس کو یہ حالت حاصل نہیں تو وہ خطرہ میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت اس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے اور وہ پھر استغفار کے ذریعہ اسے مدامی طور پر رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور نبی ہو یا کوئی اور، سب خدا تعالیٰ سے انہیں حاصل کرتے ہیں۔ سچے نبی کی یہی علامت ہے کہ وہ اس روشنی کی حفاظت بذریعہ استغفار کے کرے۔ استغفار کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا تعالیٰ سے حاصل ہوا ہے وہ محفوظ رہے اور زیادہ اور ملے۔ اسی کی تحصیل کے لئے پنجگانہ نماز بھی ہے تا کہ ہر روز دل کھول کھول کر اس روشنی کو خدا تعالیٰ سے مانگ لیوے۔ جیسے بصیرت ہے وہ جانتا ہے کہ نماز ایک معراج ہے اور وہ نماز ہی کی تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے جس سے یہ امراض سے رہائی پا سکتا ہے۔ وہ لوگ بہت بے وقوف ہیں جو دوری ڈالنے والی تاریکی کا علاج نہیں کرتے۔

بیعت کی غرض

میرے پاس اکثر خطوط آتے ہیں مگر ان میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ میرے املاک کے لئے یا اولاد کے لئے دعا ہو۔ فلاں مقدمہ ہے یا فلاں مرض ہے وہ اچھا ہو جاوے لیکن مشکل

سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے جس میں ایمان یا ان تاریکیوں کے دور ہونے کے لئے درخواست کی گئی ہو۔ بعض خطوط میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ اگر مجھے پانچ سو روپیہ مل جاوے تو میں بیعت کرلوں۔ بے وقوفوں کو اتنا خیال نہیں کہ جن باتوں کو ہم چھوڑنا چاہتے ہیں وہی ہم سے طلب کی جاتی ہیں۔ اسی لئے میں اکثر لوگوں کی بیعت سے خوف کرتا ہوں کیونکہ سچی بیعت کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہیں جیسے کہ اوپر ذکر ہوا اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلا میں پڑ جاتے ہیں۔ جیسے کسی کا لڑکا مرگیا تو شکایت کرتا ہے۔ میں نے تو بیعت کی تھی یہ صدمہ مجھے کیوں ہوا؟ اس نادان کو یہ خیال نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ پیغمبر تھے مگر آپؐ کے 11 بچے فوت ہوگئے اور کبھی شکایت نہ کی کہ خداوند تو نے تو مجھے پیغمبر بنایا تھا میرے بچے کیوں مار دیئے۔

غرضیکہ یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہیے اور بیعت اس نیت سے ہرگز نہ کرنی چاہئے کہ میں بادشاہ ہی بن جاؤں گا یا ایسی کیمیا حاصل ہوجاوے گی کہ گھر بیٹھے روپیہ بنتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو اس لئے مامور کیا ہے کہ ان باتوں کو لوگوں سے چھڑادیویں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا تعالیٰ کی طرف آتے ہیں اور اس کے لئے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو سر پر لیتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کو اور ان کی اولاد کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں بوڑھا ہوگیا لیکن کبھی نہیں دیکھا کہ صالح آدمی کی اولاد ضائع ہوئی ہو۔ خدا تعالیٰ خود اس کا متکفل ہوتا ہے لیکن ابتداء میں ابتلا کا آنا ضروری ہے تا کہ کھوٹے اور کھرے کی شناخت ہوجائے۔

عشق اوّل سرکش وخونی بود   تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

دوسرے ابتلاء اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھلاوے کہ جو ہماری طرف

آنے والے ہیں وہ کیسے مستقل مزاج اور جفاکش ہوتے ہیں کہ مار پر مار کھاتے ہیں لیکن منہ نہیں پھیرتے اور جب وہ ثابت قدم نکل آتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے وہی سنت برتتا ہے جو کہ منعم علیہ گروہ سے برتنی چاہیئے۔

خدا تعالیٰ سے زیادہ پیار اور رحم اور محبت کرنی کوئی نہیں جانتا، لیکن اخلاص ضروری ہے۔ کوئی دل سے اس کا ہو۔ پھر دیکھے کہ آیا مخلص کی دست گیری اور کفالت اس کی خوبی ہے کہ نہیں۔ لیکن جو اسے آزماتا ہے وہ خود آزمایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اسلام لایا۔ بعد ازاں اندھا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اسلام قبول کرنے سے یہ آفت مجھ پر آئی ہے اس لئے کافر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بہت سمجھایا لیکن نہ مانا، حالانکہ اگر وہ مسلمان رہتا تو خدا تعالیٰ تو اس امر پر قادر تھا کہ اسے دوبارہ بینائی بخش دیتا لیکن کافر ہو کر دنیا سے تو اندھا تھا دین سے بھی اندھا بن گیا۔ مجھے فکر ہے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کو آزماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود آزمائے جاویں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مجھ پر ایمان لاوے۔ اول وہ مصائب کے لئے تیار رہے۔ مگر یہ سب کچھ اوائل میں ہوتا ہے اگر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر فضل کر دیتا ہے کیونکہ مومن کے لئے دو حالتیں ہیں اول تو یہ کہ جب ایمان لاتا ہے تو مصائب کا ایک دوزخ اس کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ جس میں اسے کچھ عرصہ رہنا پڑتا ہے اور اس کے صبر اور استقلال کا امتحان کیا جاتا ہے اور جب وہ اس میں ثابت قدمی دکھاتا ہے تو دوسری حالت یہ ہے کہ اس دوزخ کو جنت سے بدل دیا جاتا ہے جیسے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ مومن بذریعہ نوافل کے اللہ تعالیٰ سے یہاں (تک۔ ناقل) تا کہ بعد قرب حاصل کرتا ہے کہ وہ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ کہ جو شخص میرے ولی کی عداوت کرتا ہے وہ جنگ کے لئے تیار ہو جاوے۔ اس قدر غیرت خدا تعالیٰ کو اپنے بندے کے لئے ہوتی ہے۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے کہ مجھے کسی شئے میں اس قدر تردّد نہیں ہوتا جس قدر کہ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہے اور اسی لئے وہ کئی دفعہ بیمار ہوتا ہے اور پھر اچھا ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی جان لینا چاہتا ہے مگر اسے مہلت دے دیتا ہے کہ اور کچھ عرصہ دنیا میں رہ لیوے۔

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض

اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جاوے۔ تقویٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو۔ اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو۔ اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصہ کا نقص اب تک موجود ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہوجاتا ہے اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ کر رہے اور اس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اول اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ چاہئے کہ ابتداء میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے تو اس کے لئے دردِ دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دیوے۔ اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے۔ جیسے دنیا کے قانون ہیں ویسے خدا کا بھی قانون ہے۔ جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو کیسے چھوڑے۔ پس جب

تک تبدیلی نہ ہوگی تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے۔ ان باتوں میں سے صرف شماتت اعداء ہی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگ خود بھی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ہیں۔"(87)

ایک ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ

لاہور شہر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے ایمان افروز واقعات میں سے ایک سبق آموز واقعہ اس وقت ہوا جب حضور علیہ السلام گورداسپور سے بذریعہ ریل گاڑی لاہور اسٹیشن پہنچے تو بعض احمدی نوجوانوں نے حضورؑ کی بگھی کو گھوڑے کی بجائے خود کھینچنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اس وقت دوسری قوموں میں رواج تھا کہ جب ان کے لیڈر آتے تو لوگ ان کی گاڑیوں کو کھینچنے میں اپنی عزت سمجھتے چنانچہ احمدی نوجوانوں نے سوچا کہ حضور علیہ السلام کا مقام تو ان سے کہیں بڑھ کر ہے اور بعض نوجوانوں نے بگھی کو کھینچنے کے لئے پکڑ بھی لیا۔

یہ دیکھ کر حضور علیہ السلام نے فرمایا" بگھی سے الگ ہو جاؤ۔ فوراً گھوڑے جوتو، ہم انسان کو حیوان بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آئے ہم تو حیوانوں کو انسان بنانے کے لئے ہیں۔"(88)

معجزانہ شفا

حضور علیہ السلام کے لاہور کے اسی قیام کے دوران ایک شخص برقعہ پہن کر آتا رہا تا موقعہ ملنے پر حضورؑ پر حملہ کر سکے۔ محترم میاں نذیر حسین ولد حضرت حکیم محمد حسینؓ مرہم عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن دوپہر کا کھانا حضور علیہ السلام کو دے کر نیچے اُترا تو خیال آیا کہ آج حضور علیہ السلام کے مکان کی سیڑھیوں کا پہرہ دوں۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ ایک برقعہ پوش شخص سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ میں نے آواز دی کہ یہ کون عورت ہے۔ اوپر جانے کی اجازت نہیں مگر وہ آتا ہی گیا اور دھکا دے کر اوپر جانے کی کوشش کی۔ میرے مزاحمت کرنے پر اس نے چھرے سے مجھ پر حملہ کر دیا میرے شور مچانے پر وہ تو بھاگ گیا مگر حضور علیہ السلام کو علم ہو گیا۔ حضورؑ نے مجھے اوپر طلب فرمایا اور خون بہتا دیکھ کر اپنی پگڑی کا سرا پھاڑ کر اس سے ایک گول سا گیند بنا کر میرے پیٹ کے زخم پر رکھ دیا اور اس کے اوپر پگڑی لپیٹ دی اور مجھے اپنی چارپائی پر لٹا دیا۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ مسیحا کی قدرت سے وہ زخم نہایت جلد مندمل ہو گیا اور مجھے شفائے کاملہ عطا ہو۔ (89)

مخالفت کا ایک اور واقعہ

حضورؑ کے بار بار لاہور آمد سے جہاں اللہ تعالیٰ کے بے شمار افضال اور نعمتیں نازل ہوتی رہیں اور سعید فطرت لوگ اس روحانی پانی سے سیراب ہوتے رہے وہاں حق کے دشمنوں نے مخالفت کا بازار بھی گرم رکھا لیکن خدا کے مہدی نے ہمیشہ گالیاں سن کر مخالفین کے لئے خیر ہی چاہی۔ چنانچہ اسی قیام کے دوران ایک دن ملا ڈھپھل (مولوی محمد بخش ایڈیٹر اخبار ہنٹر لاہور) ٹاہلی کے درخت پر چڑھ کر حضرت صاحب کو گالیاں دے رہا تھا اور اچھل اچھل کر برا بھلا کہہ رہا تھا جو حضرت میاں معراج

الدین صاحبؓ سے برداشت نہ ہوسکا اور چھڑی سے مارنے کے لئے اس کی طرف بڑھے۔ حضور نے یہ دیکھ کر انہیں واپس آنے کا پیغام بھجوایا۔ ان کے واپس آنے پر حضرت صاحب نے میاں صاحب کو فرمایا۔ اس مولوی کو کچھ نہ کہو۔ (90)

وسعت اخلاق کا مظاہرہ

انبیاء مخالفت کے باوجود اپنے مخالفوں سے ہمیشہ شفقت اور پیار کا سلوک برتتے آئے ہیں۔ اسی طرح کا عظیم خلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بھی بار بار دیکھنے میں آتا رہا۔ اسی قیام لاہور میں 28۔ اگست کو جب بیعت کے بعد لوگ مصافحہ کے لئے اُمنڈ پڑے تو انبوہ کثیر میں دوست دشمن کی تمیز کرنی مشکل ہوگئی۔ دھمکی آمیز خطوط تو پہلے سے ہی موصول ہو رہے تھے۔ اس لئے بعض جاں نثاروں نے پولیس کی مدد سے اس گروہ کو منتشر کرنے کی کوشش کی۔ جب اس روحانی گروہ کے سالار قافلہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے لوگوں سے سختی ہوتی دیکھی تو بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد اور غمگسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نہ رہا گیا۔ آپ نے بڑے جلالی رنگ میں فرمایا:

"ہماری جماعت کے بعض لوگ بعض پر سختی کر رہے ہیں۔ جو کہ ہمیں پسند نہیں۔ اس لئے ان کو اور پولیس کو منع کر دیا جائے کہ درشتی سے پیش نہ آویں۔ میں تو کہتا ہوں کہ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ کا الہام جو ہوا تھا وہ آج ہی کے روز کے لئے ہے کہ جو لوگ ہم سے ملنا چاہتے ہیں ان کو سختی سے روکا جاتا ہے پس میں چاہتا ہوں کہ کسی کو روکا نہ جاوے اور سب کو اجازت دی جاوے کہ وہ ملاقات کریں۔"

اس ارشاد پر بعض مخلصین نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر دو رویہ ایک گلی سی بنادی اور یہ انتظام کیا کہ ایک ایک شخص جاوے اور مصافحہ اور ملاقات کر کے واپس آجاوے۔ چنانچہ یہ نظارہ ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ دیر تک جاری رہا۔ اور ہر ایک شخص نے من بھاتی مراد پائی۔ یہ ہے وسعت اخلاق۔ جو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برتنی چاہیے۔ (91)

صداقت پر گواہی

اس عرصہ قیام لاہور میں عام پبلک کے علاوہ بعض فقراء بھی ملاقات کے لئے آتے رہے۔ ان میں سے ایک سبز پوش ریشمی کرتہ زیب تن کئے ہوئے اور مخمل کی ٹوپی جس پر گوٹہ کناری سے کلمہ شریف اور کچھ عبارتیں لکھی ہوئی تھیں پہنے ہوئے آئے اور اپنی ملاقات میں کچھ سوال کئے۔ حضور ؑ نے فرمایا:

''ہم نے سب کچھ کتابوں میں لکھ دیا ہے وہاں دیکھ لو۔ اس پر اس نے سوال کیا کہ جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے کیا وہ سب سچ ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔ ہاں اس پر اس نے درخواست کی کہ اسے تحریر فرما دیجئے۔ آپؑ نے حکم دیا کہ ایک ہفتے کے بعد آنا ہم لکھ دیویں گے چنانچہ ایک ہفتے کے بعد جب وہ سائیں صاحب 28 تاریخ کو تشریف لائے تو آپؑ نے یہ عبارت لکھ کر اور اپنی مہر ثبت کر کے ان کے حوالے کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر جو جھوٹوں پر لعنت کرتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ میں نے دعویٰ کیا ہے یا جو کچھ اپنے دعوے کی تائید میں لکھا ہے یا جو میں نے الہام الٰہی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ وہ سب صحیح ہے، سچ ہے اور درست ہے۔'' والسلام علی من اتبع الہدیٰ

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد (92)

مقرب بندوں کی مضر اشیاء کے استعمال سے حفاظت

میاں معراج الدین صاحب یا میاں چراغ دین صاحب کے گھر قیام کے دوران ایک

دوست لیلاری (رنگ ریز) حضورؑ کی خدمت میں ہمیشہ فالودہ پیش کیا کرتے تھے۔ مرزا عطاء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کا بھجوایا ہوا فالودہ میں اوپر لے کر گیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب حضورؑ کے پاس بیٹھے تھے اور حضورؑ کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے دیکھ کر کہا کہ فالودہ یہاں رکھ دو جو پلیٹ سے ڈھکے ہوئے ایک پیالہ میں تھا۔ عموماً دستور تھا کہ حضورؑ تھوڑا سا فالودہ لے لیتے اور باقی نیچے بھجوا دیتے اور نیچے دوست تبرک کے انتظار میں رہتے۔ مگر اس دن سارے کا سارا فالودہ یہ کہہ کر حضورؑ نے نیچے بھجوا دیا کہ طبیعت نہیں چاہتی۔ جب پیالہ نیچے آیا اور ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں مکھی گری ہوئی ہے۔ سب حیران ہوئے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو ذرا سی بھی مشتبہ چیز کی طرف مائل نہیں ہونے دیتا۔ (93)

پانی ناپاک نہیں ہوتا

مورخہ 21۔ اگست کو جب حضرت صاحب ظہر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو احباب جماعت نے عرض کی کہ حضور جو عورتیں باہر سے آئی ہوئی ہیں وہ اپنے بچوں کے ہاتھ پاؤں دھونے کے لئے ان مٹکوں سے پانی لیتی ہیں اور اپنے ہاتھ ان ملکوں میں ڈالتی ہیں جس سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ حضور بڑی متانت سے مٹکوں کی طرف تشریف لے گئے اور ایک مٹکا سے کچھ پانی پیا اور فرمایا کہ پانی تو بہت ٹھنڈا ہے۔ (94) گویا حضورؑ نے اپنے عمل سے بتلا دیا کہ پانی ناپاک نہیں ہوا اگر پاک ہوتا تو میں کیوں پیتا۔

لیکچر لاہور کی تصنیف

لیکچر لاہور جو بعد میں منڈوہ میلا رام میں پڑھا گیا اسی مکان (میاں معراج الدین صاحب) میں حضورؑ نے تحریر فرمایا تھا۔ (95)

1904ء

منڈوہ میلا رام میں ورود

لاہور کے اسی قیام کے دوران مورخہ 3 ستمبر 1904ء کو بھاٹی گیٹ کے باہر میلا رام کے منڈوہ☆ عقب مزار داتا گنج بخش میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیکچر "اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب" کے نام پر حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ نے پڑھا جو بعد میں لیکچر لاہور کے نام سے مشہور ہوا۔ (96) بعد میں اس لیکچر کو سب سے پہلے لاہور ہی کے ایک دوست حکیم نور محمد نے شائع کروایا۔ (97)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنفس نفیس اس موقع پر موجود تھے اور حضرت مولوی عبدالکریمؓ کے لیکچر کے بعد لوگوں کے اصرار پر آپؑ نے بھی تقریر فرمائی اور مذہبی اختلافات کو آپس کی عداوت اور ایذا رسانی کی وجہ نہ بنانے کی تلقین کی۔ نیز فرمایا کہ **جس طرح خدا کے اخلاق وسیع ہیں۔ اسی طرح آپ لوگ بھی اپنے اندر وسعت قلبی پیدا کریں اور تعصب اور کینہ سے اجتناب کریں۔**

اس لیکچر کا عوام پر نہایت اچھا اثر ہوا۔ مخالف علماء نے لیکچر کی سخت مخالفت کی اور لوگوں کو منڈوا جانے سے روکا اور کہا کہ جو مسلمان لیکچر سنے گا۔ اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا مگر لوگوں نے ان علماء کی ایک نہ مانی اور دور دور سے لوگ لیکچر سننے تشریف لائے اور منڈوا میں ہزار ہا کا مجمع تھا اور تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ (98) اور لیکچر اس قدر سحر انگیز آواز میں تھا کہ یوں لگتا تھا کہ آواز تھی کہ حشر۔ بعض گورے کہتے تھے کہ اتنا لاؤڈ (Loud) بولنے والا ہم نے اپنی لائف (Life) میں نہیں

☆ میلا رام کا منڈوا چوک داتا دربار کے قریب تھا۔ پہلے پہل لاہور کی آمدورفت چونکہ دوسری طرف تھی اس لئے یہ داتا دربار کا عقب کہلاتا تھا مگر اب ساری آمدورفت بھاٹی چوک کی طرف سے ہے۔ اور یہ حصہ داتا دربار کا front بن چکا ہے۔

اس منڈوا کی جگہ ایک سینما بنا تھا جو بعد میں گرادیا گیا اور اب اس کی جگہ دکانیں ہیں۔ بھاٹی چوک سے اگر براستہ ویگنوں کے اڈہ کے داتا چوک کی طرف آئیں تو دائیں طرف کی دکانوں کی جگہ منڈوا ہوا کرتا تھا۔ آج کل اس کے کچھ حصہ میں جامعہ حنیفہ بھی ہے۔

دیکھا۔منڈوا کے باہر بھی فرلانگ فرلانگ حضرت مولوی عبدالکریمؓ کی آواز جاتی تھی اور صحیح سنی جاتی تھی۔(99)

شدید مخالفت

قاضی محبوب عالمؓ راجپوت سائیکل ورکس نیلا گنبد بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کے خدشہ کے پیش نظر (جس کی دھمکی ایک خط کے ذریعہ حضور کو مل چکی تھی۔(100) آپ کو پولیس کی خاص حفاظت میں منڈوا پہنچایا گیا تھا۔منڈوا میں بھی فوج ہی فوج نظر آتی تھی۔

جناب محمد افضل ایڈیٹر البدر نے مخالفت میں لکھے گئے خطوط کا ذکر اخبار البدر میں بھی کیا ہے۔ ایک خط کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ 31 تاریخ کو ایک کارڈ ہماری نظر سے بھی گزرا۔جس کا مضمون تھا:

''پرمیشر کا احسان کہ میری محنت ٹھکانے لگی لیکن جب دوسرا خط لکھا...اس روز تو نے چوری چوری لیکچر کیا۔خیر اب 3 تاریخ کو اپنے بال بچوں سے مل کر آنا۔ میں پنڈت لیکھرام مرحوم شہید کا انتقام لوں گا۔اس روز ایک لاش منڈوا میں ہوگی۔لاہور کیا کل جہاں شو دیکھے گا۔کفن لے کر آنا۔اگر تو نہ آیا تو یادرکھ جس نے تیری جگہ پڑھا اس پر بھی ہاتھ صاف ہوگا۔مختصر ہے۔جس قدر چاہے مفصل سمجھے۔میں اپنے گھرے دوست سے رخصت ہو کر آیا ہوں۔مجھے خبر کر کے شیروں کی طرح ماروں گا۔

''بشن داس''

مگر تا وان کو یہ خیال نہ آیا کہ وہ مرد جو کہ شیر بن کر دنیا میں آیا ہے کیا ان گیدڑ بھبکیوں سے ڈر سکتا ہے چنانچہ آپ نے تین دفعہ بالا خانہ سے تشریف لا کر عام پبلک میں لیکچر دیا اور پھر 3 ستمبر کو آپ خاص لیکچر گاہ میں بھی تشریف لے گئے۔چونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک شریر کی شرارت اور گزند سے محفوظ رکھے گا اور آپ اپنی طبعی وفات سے فوت ہوں گے۔اس لئے کسی کو مجال نہیں کہ آپ کا بال تک بھی بیکا کر سکے۔اور یہ پیشگوئی جو خدا کی طرف سے ہے۔اس امر

کی متقاضی تھی کہ اس قسم کی دھمکیاں دی جائیں۔(101)

1904ء

حویلی میاں چراغ دین (احمدیہ بیت الحمد دہلی گیٹ) میں ورود مسعود

حضرت مرزا محمد صادقؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں قیام☆ کے دوران اس مقام پر جہاں اب بیت احمدیہ۞ بیرون دہلی گیٹ ہے تشریف لائے اور کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے فرمایا

"بے شک عیدین اور جمعہ مومنوں کے لئے خوشی کے دن ہیں لیکن سب سے بڑھ کر انسان کے لئے خوشی کا دن وہ ہے جس میں اس کے گناہ معاف ہو جائیں۔"(102)

یہ روح پرور مکمل تقریر پہلے الحکم 17 ستمبر 1904ء میں شائع ہوئی جسے بعد میں ملفوظات جلد 4 صفحہ 114 تا 136 میں محفوظ کیا گیا... اس سفر میں حضورؑ کے علم وعرفان کے خزینے اور روح پرور مجالس کے معارف ملفوظات جلد 4 صفحہ 94 تا 163 میں یکجا طور پر چھپ چکے ہیں۔ اس سفر

☆ یہ 1904ء کے سفر کا واقعہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ مرزا محمد صادقؓ کی اپنی بیعت بھی 1904ء کی ہے۔(103)

۞ یہ ابتداء میں میاں چراغ دین صاحب کی حویلی ہوا کرتی تھی۔ اردگرد کے مکانات بھی انہی کے تھے۔ جس کی وجہ سے یہ گلی چراغ سٹریٹ کہلاتی تھی۔ جسے اب محمدی سٹریٹ کا نام دے دیا گیا ہے جو غوث محمد مزار سرکلر روڈ کے سامنے ہے۔ اس کی تصدیق مکرم بشیر الدین احمد آف شالیمار ٹاؤن نے ان الفاظ میں کی کہ ایک دفعہ ڈاکٹر عبید اللہ خان صاحب سابق سیکرٹری جماعت احمدیہ لاہور نے اس جگہ کھڑے ہو کر بتایا تھا کہ یہاں بھی حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے ہیں۔

کے دوران کئی چھوٹے چھوٹے لیکچروں کے علاوہ چار بڑے لیکچرز بالترتیب 21۔اگست، 28۔اگست،2 ستمبر اور 13 ستمبر ہوئے۔(104)

1907ء

آریہ سماج مندر وچھووالی میں حضورؑ کا مضمون

دسمبر 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریہ سماج کی درخواست پر ایک سوال ’’کیا کوئی کتاب الہامی ہوسکتی ہے اگر ہوسکتی ہے تو کونسی‘‘ پر سیر حاصل روشنی ڈالتے ہوئے ایک مضمون تحریر فرمایا اور اس کانفرنس میں شمولیت کی حامی اس شرط پر بھری کہ آریہ قوم کے لوگ اسلام اور بانی اسلامؐ کے خلاف کوئی بدزبانی اور دل آزاری والی بات نہیں کریں گے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام، اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ میں پڑھے جانے والے مضمون ’’اسلامی اصول کی فلاسفی کی طرح خود اس کانفرنس میں تشریف نہ لے گئے تاہم آپ نے اس غرض کے لئے حضرت حکیم مولوی نور الدینؓ کی امارت میں ایک وفد تشکیل دیا جس میں کئی ایک جید صحابہ شامل تھے اور ساتھ ہی مولانا عبدالکریمؓ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو میں مضمون پڑھنے کے لئے انہیں ہی ترجیح دیتا۔(105)

اس جلسہ میں شمولیت کے لئے جماعت کو بھی تحریک فرمائی کہ لوگ اس جلسہ میں شریک ہوں مگر ساتھ ہی آپ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ اس جلسہ کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ منتظمین جلسہ کی نیت بخیر نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی کا منہ نہیں دکھلائے گا۔(106)

اس مضمون کا پہلا حصہ حضرت حکیم مولوی نور الدینؓ نے اور دوسرا محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اسسٹنٹ سرجن لاہور نے پڑھا۔ مضمون شروع ہونے کے ساتھ ہی حاضرین پر ایک وجد سا طاری ہوگیا۔ حضرت مولانا کی تلاوت مسحور کن تھی۔

سامعین میں سے ایک معزز اور اہل الرائے نے یہ رائے دی کہ مولوی صاحب کی تلاوت قرآن مجید تو سخت سے سخت دلوں کو بھی ہلا دیتی ہے۔(107)

''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کی طرح یہ مضمون بھی بہت مقبول ہوا۔لیکچر سننے کے لئے اس قدر مخلوق کا ہجوم تھا کہ آریہ سماج کے مندر☆ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔نیچے اور اوپر تمام کمروں اور صحن میں آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔لیکچر شروع ہونے سے قبل ہی مزید داخلہ کے پاس بوجہ قلت جگہ کے بند کر دیئے گئے تھے۔(108) حضورؓ کے اس مضمون میں اسلام کے محاسن اس عمدگی اور دلکش انداز میں بیان کئے گئے تھے کہ اپنے تو الگ رہے۔غیروں نے بھی اس مضمون کی خوبیوں کا برملا اعتراف کیا۔لوگوں کی زبانوں پر تعریفی کلمات تھے۔سامعین میں سے ایک نوجوان نے اٹھ کر بلند آواز سے کہہ دیا کہ جو کچھ لکھا ہے سچ لکھا ہے۔اس پر پاس والے نے کہا پھر اٹھ کر مسلمان ہو جاؤ(109)

اخبارات کے ریویوز

اخبارات اور جرائد نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بھی ریویو لکھے جن میں اخبار پیسہ، لندن کا مشہور اخبار ریویو آف ریویوز وغیرہ شامل ہیں۔

- ''پیسہ'' اخبار نے اپنی 3 دسمبر کی اشاعت میں لکھا:

''مذہبی مباحثہ کا جلسہ بہ سرپرستی آریہ سماج شہر لاہور 3 دسمبر کی شام کو سماج مذکور کے مندر واقعہ وچھووالی میں ٹھیک 6 بجے شروع ہوا اور 10 بجے شب تک قائم رہا۔خلقت کا ہجوم پہلے دن سے کہیں زیادہ اور اس قدر عظیم تھا کہ مندر کا سارا صحن، دالان، کمرے، بالائی برآمدے اور سب

☆ یہ مندر شاہ عالمی وچھووالی گلی میں واقع ہے۔وچھووالی گلی کے لئے اصل راستہ توسوہا بازار ہے تاہم اس مندر تک رسائی حاصل کرنے کے لئے فوارہ چوک سے براستہ شو مارکیٹ داخل ہوتے ہی بائیں طرف کوچہ سدھو مصر کے ساتھ اس مشہور مندر کی عمارت ہے۔1992ء میں انڈیا میں بابری مسجد کی شہادت پر بعض جنونی مسلمانوں نے اس کو خاصا نقصان پہنچایا۔گنبد مکمل طور پر توڑ ڈالا۔اہم تعارفی پلیٹیں بھی توڑ دی گئیں۔جس میں مین گیٹ پر نصب ''آریہ سماج'' مندر کی پلیٹ بھی شامل ہے۔آج کل اس مندر کی عمارت Forman High School For Girls کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔

سے اوپر والی چھت کے کنارے لوگوں سے بھر گئے اور کہیں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ آخر کار ٹکٹ بند کر دینے پڑے۔ اتنے بڑے اژدھام میں خوش انتظامی تو دشوار تھی تاہم غنیمت ہے کہ کسی قسم کی بدمزگی نہ ہونے پائی۔ کارروائی جلسہ کا افتتاح مسٹر روشن لال صاحب پریذیڈنٹ کی ایک مختصر سی تقریر سے ہوا اور پہلے گھنٹے میں برہموسماج کے ایک نمائندہ نے اپنا لیکچر بلند آواز سے پڑھا جو جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ کو قابل قدر ماننے کے خیالات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد حکیم مولوی نور الدینؓ اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بالترتیب ایک ایک گھنٹہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک مطبوعہ لیکچر جس کی ضخامت 64 صفحات تھی سنایا۔ جس کے ابتدائی حصہ میں اسلام کی عالمگیر تعلیم، صلح جوئی و امن پسندی پر قابل تعریف بحث کی گئی تھی اور مذاہب غیر کی توجہ دلائی گئی تھی کہ اسلام جس طرح اپنے پیرووٴں کو سابق پیغمبران کی تعظیم اور کتب ہائے مقدسہ کی تکریم کا حکم دیتا ہے اسی طرح وہ بزرگان اسلام کو ناگوار لفظوں میں یاد کر کے مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں۔''

- ولایت کے مشہور ماہنامہ ''ریویو آف ریویوز'' نے لکھا:

''راقم مضمون بہت سی قرآن مجید کی آیات حوالہ میں پیش کرتا ہے جن کی بابت اس کا دعویٰ ہے کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاویں جن کو دنیا کے کثیر حصہ نے قبول کر لیا ہے۔ یہ تحمل کا بہت ہی وسیع اصل اور قاعدہ ہم اپنے آزاد خیال عیسائی بھائیوں کے سامنے بطور سفارش پیش کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بالکل نئی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ مذہب جو اب تک تمام مذہبوں سے زیادہ متعصب اور غیر متحمل خیال کیا گیا تھا۔ اپنے تمام دشمنوں اور مقابل کے لوگوں کے مشن کو خدا کی طرف سے سمجھتا ہے۔''

- اس کے بالمقابل اس کانفرنس میں ایک تکلیف دہ واقعہ یہ پیش آیا کہ آریوں نے حسب سابق نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف زبان طعن دراز کی۔ جس سے مسلمانوں کے جگر چھلنی ہوئے اور غصہ سے ان کا خون کھولنے لگا۔ اس کارروائی کی اطلاع جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملی تو حضورؑ شرکاء جلسہ خصوصاً حضرت حکیم مولوی نور الدینؓ سے سخت ناراض ہوئے اور بار

بار جوش کے ساتھ فرمایا۔

"تم اس محفل میں جہاں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برُا بھلا کہا گیا اور گالیاں دی گئیں کیسے خاموش بیٹھے رہے کیوں نہ اٹھ کر باہر چلے آئے۔تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کرلیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ پھر آپؑ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ آیت پڑھی۔ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ (النساء) کہ اے مومنو! جب تم سنو کہ خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیا جاتا ہے اور ہنسی اڑائی جاتی ہے تو تم اس مجلس سے فوراً اٹھ جایا کرو تاوقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ انداز گفتگو کو اختیار کر لیں۔"(110)

اس کے معاً بعد آپؑ نے آریوں کے ان اعتراضوں کے جواب کے لئے ایک نہایت لطیف اور جامع کتاب "چشمہ معرفت" تصنیف فرمائی۔ جس میں ان تمام اعتراضوں کے دندان شکن جواب دیئے جو عموماً آریہ صاحبان کی طرف سے اسلام کے خلاف کئے جاتے ہیں۔(111)

حوالہ جات باب دوم

1۔مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر 3 صفحہ 107 (مکتوبات بنام حضرت چوہدری رستم علیؓ) مطبع روز بازار الیکٹرک پریس امرتسر انڈیا۔

2۔حیات طیبہ از عبدالقادر سوداگرمل طبع دوم صفحہ 138 اور لاہور تاریخ احمدیت از مولانا شیخ عبدالقادر طبع اوّل مطبوعہ وطن پرنٹنگ پریس لاہور۔صفحہ 19

3۔لاہور تاریخ احمدیت از مولانا شیخ عبدالقادر طبع اوّل صفحہ 93

4۔تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاہد جلد 2 صفحہ 283

5۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 93

6۔روایت حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ از حیات احمد جلد 3 صفحہ 208 اور لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 19

7۔حیات احمد جلد 3 صفحہ 208 و لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 20 لاہور

8۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 20 اور صفحہ 93

9۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 20

10۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 92 اور 20

11۔حیات احمد جلد سوئم صفحہ 210 اور تاریخ احمدیت ۔جلد دوئم صفحہ 284

12۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 20

13۔حیات احمد جلد سوئم صفحہ 210

14۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 71 اور 466

15۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 22اور 92۔

16۔لاہور تاریخ احمدیت لاہور۔صفحہ 72،71

17۔لاہور تاریخ احمدیت۔روایت حضرت میاں عبدالرشید

18۔حیات احمدیت جلد سوم 210

19۔اشتہار 3فروری 1892ءاز مجموعہ اشتہارات جلداول صفحہ 312اور لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 23،22

20۔حیات احمد جلد چہارم صفحہ 423،422

21۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 23

22۔نقوش لاہور نمبر فروری 1962ء نمبر 92 جلداوّل صفحہ 562

23۔نقوش لاہور نمبر فروری 1962ء نمبر 92 جلداوّل صفحہ 537

24۔نقوش لاہور نمبر فروری 1962ء نمبر 92 جلد دوم صفحہ 659

25۔اسلامی اصول کی فلاسفی۔دیباچہ

26۔اشتہار 21دسمبر 1896ءاز مجموعہ اشتہارات جلد 2صفحہ 293

27۔لاہور تاریخ امت۔صفحہ 255

28۔اخبار چودھویں صدی راولپنڈی یکم فروری 1897ءصفحہ 4 کالم 1۔2

29۔ The Anglo Belgian Times Brussels

30۔ Theosophical Book Notes March 1912

31۔ The Review of Religions July 1912 p.290

32۔ارشاد حضور انور رپورٹ انٹرنیشنل شوریٰ لندن 1993ء

33۔ The Bristol Times And Mirror

34۔ The Daily News Chicago 16 March 1920

35۔ The English Mail 27 October 1912

36۔سلسلہ احمدیہ از صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ ۔صفحہ 71،72

37۔ The Reviews of Religions July 1912 p.295

38۔ The Reviews of Religions Jul y 1912 p.293

39۔انصار اللہ جون 1996ء صفحہ 36

40۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 123

41۔اشتہار 20 فروری 1893ء از مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 372

42۔اشتہار 20 فروری 1893ء از مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 372

43۔استفتاء اردو حاشیہ صفحہ 17 از روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 125 حاشیہ۔

44۔سراج منیر صفحہ 17 از روحانی خزائن جلد 12، صفحہ 19

45۔تکذیب براہین احمدیہ از پنڈت لیکھرام صفحہ 311

46۔حقیقۃ الوحی از روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 296 اور الحکم 28 ستمبر 1938ء۔ذکر حبیب صفحہ 62

47۔حیات طیبہ از عبدالقادر سوداگر مل ایڈیشن دوم آخری ٹائٹل پیج۔

48۔دافع الاوہام مصنفہ دیو پرکاش صفحہ 81 بحوالہ الفضل 4 مارچ 1946ء صفحہ 10

49۔مسافر آگرہ کا شہید نمبر 6 مارچ 1913ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 422

50۔''آہنسا کا اوتار'' مؤلفہ مدن گوپال مدن پاراشر۔مطبوعہ رانا آرٹ پریس امرت سر نومبر

1939ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 422

51۔ اخبار عام 10 مارچ 1897ء

52۔ انیس ہند میرٹھ 10 مارچ 1897ء بحوالہ تاریخ احمدیت۔ جلد 2 صفحہ 423، 424

53۔ الحکم 7 جون 1936ء صفحہ 3 بحوالہ تاریخ احمدیت۔ جلد 2، صفحہ 431

54۔ اشتہار 15 مارچ 1897ء از مجموعہ اشتہارات جلد دوئم صفحہ 342

55۔ اشتہار 16۔ اپریل 1897ء از مجموعہ اشتہارات جلد دوئم صفحہ 385

56۔ اشتہار 16۔ اپریل 1897ء از مجموعہ اشتہارات جلد دوئم صفحہ 385

57۔ اشتہار 27۔ اپریل 1897ء از مجموعہ اشتہارات جلد دوئم صفحہ 401

58۔ اشتہار 27۔ اپریل 1897ء از مجموعہ اشتہارات جلد دوئم صفحہ 401

59۔ اشتہار 11۔ اپریل 1897ء از مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 381

60۔ سراج منیر صفحہ 9، 10 از روحانی خزائن جلد 12، صفحہ 12

61۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 37 اور 91

62۔ سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صفحہ 36

63۔ حیات طیبہ از شیخ عبد القادر صفحہ 235

64۔ مجدد اعظم جلد اوّل صفحہ 561، 562 اور تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 476

65۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 241، 242

66۔ متی باب 19

67۔ مجموعہ اشتہارات جلد سوئم صفحہ 253

68۔ حیات طیبہ از شیخ عبد القادر صفحہ 267 تا 269

69۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 40

70۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 43

71۔تاریخ احمدیت۔صفحہ 405

72۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 248

73۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 248

74۔تاریخ احمدیت۔صفحہ 467

75۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 43

76۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 290

77۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 255

78۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 324

79۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 298

80۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 228،229

81۔نقوش لاہور نمبر 1962ء جلد اوّل صفحہ 216 اور 543

82۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 45

83۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 325

84۔لاہور تاریخ احمدیت۔صفحہ 321

85۔تاریخ احمدیت۔جلد سوئم صفحہ 363،364 بحوالہ البدر 24 جنوری 1904ء

86۔تاریخ احمدیت۔جلد سوئم صفحہ 364

87۔ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام طبع جدید جلد 4 صفحہ 95 تا 99

88۔حیات طیبہ صفحہ 456 تا 457اور لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 45،44

89۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 324،323

90۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 293

91۔البدر جلد 3 نمبر 33 بابت یکم ستمبر 1904ء صفحہ 2 کالم 2

92۔البدر جلد 3 نمبر 33 یکم ستمبر 1904ء صفحہ 1 کالم 2

93۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 274،273

94۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 42اور 107

95۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 323

96۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 107 اور سلسلہ احمدیہ صفحہ 144

97۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 256

98۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 47،46

99۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 238،237

100۔البدر جلد 3 نمبر 33 بابت یکم ستمبر 1904ء صفحہ 1 کالم نمبر 3

101۔البدر جلد 3 نمبر 33 بابت یکم ستمبر 1904ء صفحہ 2،1

102۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 332

103۔لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 331

104۔تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 366،365

105۔الحکم جلد 11 نمبر 44۔10 دسمبر 1904ء صفحہ 4

106۔الحکم جلد 11 نمبر 43،44 بابت 10 دسمبر 1907ء اور بدر جلد 6 نمبر

50، بابت 30۔ اکتوبر 1907ء

107۔ الحکم جلد 11 نمبر 44 بابت 10 دسمبر 1907ء صفحہ 6

108۔ الحکم جلد 11 نمبر 44 بابت 10 دسمبر 1907ء صفحہ 4، 5

109۔ الحکم جلد 11 نمبر 44 بابت 10 دسمبر 1907ء صفحہ 7 کالم 1

110۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 48 تا 51

111۔ سلسلہ احمدیہ 173، 174

باب سوم

لاہور کا آخری سفر اور احمدیہ بلڈنگز

خواجہ کمال الدین کے گھر قیام

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ نصرت جہاں بیگمؓ کے علاج کے لئے 27۔اپریل 1908ء کو لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ گو لاہور میں آپؑ کی آمد کا مقصد اہلیہ محترمہ (حضرت اماں جان) کا علاج تھا مگر لاہور کا یہ سفر آپؑ کا آخری سفر ثابت ہوا اور لاہور ہی میں کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پائی۔ آپؑ نے اس سفر میں خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکانوں میں قیام فرمایا۔(1)

وفات کے واضح اشارے اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ کے گھر منتقلی

اسی قیام کے دوران آپؑ کو یکے بعد دیگرے اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلَ یعنی دنیا سے کوچ کرنے کے بارہ میں الہامات ہوئے۔ وصال کی گھڑی کے قریب آجانے کے واضح اشارات کے باوجود آپؑ نہایت استقلال کے ساتھ اپنے سپرد کام میں منہمک رہے اور کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں فرمایا۔

بلکہ انبیاء کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ظاہری طور پر اس الہام کو پورا کرنے کے لئے قیام کی جگہ بدل لی اور خواجہ کمال الدین صاحب کے گھر سے ڈاکٹر سید حسین شاہ صاحب کے مکان (جو اس کے ساتھ ہی ملحق تھا(2)) منتقل ہو گئے اور فرمایا: یہ بھی ایک قسم کا کوچ ہے۔(3)

آخری سفر میں حضورؑ نے جن جگہوں میں قیام فرمایا۔ محافل عرفان منعقد ہوئیں ان تمام کا تعلق احمدیہ بلڈنگز سے ہے۔ یہ بلڈنگز 15۔ برانڈرتھ روڈ جو، اب نشتر روڈ کہلاتی ہیں پر واقع ہیں۔ احمدیہ

بلڈنگز کے مشرقی جانب ایک گلی گزرتی ہے اس کے کنارے برلب سڑک نشتر روڈ اب یونین بنک کی خوبصورت عمارت ہے اس کے عقب میں خواجہ کمال الدین صاحب کا گھر ہوا کرتا تھا جو اب اصل حالت میں محفوظ نہیں اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کی جگہ احمدیہ مارکیٹ (جو، اب محمدیہ مارکیٹ کہلاتی ہے) تعمیر ہوئی۔ اس میں وہ جگہ ہے جہاں حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہوا۔ اس جگہ کو محفوظ کرلیا گیا ہے اور انجمن اشاعت اسلام (لاہوری گروپ) کے پاس ہے اس مارکیٹ کی پشت پر احمدیہ بلڈنگز کے احاطہ میں ہی اب ایک خوبصورت بیت الذکر بھی تعمیر ہو چکی ہے۔

جس کی تعمیر 1912ء کے لگ بھگ کی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے 16 جون 1912ء کو جب احمدیہ بلڈنگس میں اس جگہ تاریخی خطاب فرمایا تھا اس وقت یہ تھڑے کی صورت میں تھی۔ اس وقت اس کا کمرہ ان ستونوں کی حد تک تھا جو آج بیت الذکر کے درمیان ہیں۔ گیلری وغیرہ کوئی نہ تھی اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد تھڑے پر مسجد بن گئی۔

حضرت مولانا ابوالعطا جالندھری صاحب نے 1962ء میں اس جگہ کو اصلی حالت میں دیکھا اور وہ کمرہ بھی دیکھا جہاں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات ہوئی۔ اس کا ذکر آپ نے روزنامہ الفضل پاکستان میں ''حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کا مقام'' کے عنوان کے تحت فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کی تاریخ 26 مئی 1908ء ہے۔ اس طرح مورخہ 25 مئی 1962ء کو آپؑ کی وفات کو 54 برس بیت گئے ہیں۔ حسن اتفاق سے کل خاکسار اور عزیزم مولوی دوست محمد شاہد لاہور گئے تھے۔ ہم احمدیہ بلڈنگس میں اس مکان کو بھی دیکھنے گئے جہاں 54 سال پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تھا۔ محترم جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی اور احمدیہ بلڈنگس سے جناب شیخ غلام قادر صاحب ہمارے ہمراہ ہوئے۔

جناب شیخ غلام قادر صاحب نے برانڈرتھ روڈ کی دکانیں دکھائیں جو پہلے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم کا مکان تھا اور جہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زندگی کے آخری لمحات بسر فرمائے تھے اب اس مکان کی شکل بھی بدل چکی ہے جو کھلا کمرہ اور ہال تھا اور جہاں جمعہ وغیرہ کی نمازیں اس وقت پڑھی جاتی تھیں۔ وہ سب دکانیں ہیں بڑے کمرہ میں دیواریں حائل ہیں۔ جناب شیخ غلام قادر صاحب نے بتلایا کہ یہ سب تبدیلی 1914ء کے بعد ہی ہوئی ہے۔ کتنا رقت انگیز یہ منظر تھا کہ گلی میں کھڑے جب شیخ صاحب موصوف بتارہے تھے کہ اس گلی کے اوپر دونوں مکانوں کو ملانے کے لئے ایک پل ہوتا تھا جہاں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرہ سے نماز کے لئے آتے تھے تو اس ذکر پر ان کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے ہم سب بھی خاص طور پر متاثر تھے۔

ان مقامات کو دیکھنے سے دل میں ایک درد اٹھتا ہے اور دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد وہ وقت لائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن پوری شان سے کامیاب ہو۔ آمین۔ مجھے محسوس ہوا کہ ہمارے اس طرح جانے سے غیر مبائع احباب میں بھی اس امانت کی یادگاری اہمیت زیادہ محسوس ہونے لگی ہے؟(4)

دعا کی قبولیت اور نشان نمائی میں مقابلہ کی دعوت

یہاں آپؑ نے ایک اشتہار ''رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ'' کے عنوان سے شائع فرمایا جس میں آپؑ نے نشان نمائی اور دعا کی قبولیت میں مقابلہ میں آنے کی دعوت دی۔

چنانچہ آپؑ نے لکھا:

''آج 15 مئی 1908ء کو میرے دل میں ایک خیال آیا ہے کہ ایک اور طریق فیصلہ کا ہے شاید کوئی خدا ترس اس سے فائدہ اٹھاوے اور انکار کے خطرناک گرداب سے نکل آوے۔ اور وہ

طریق یہ ہے کہ میرے مخالف منکروں میں سے جو اشد مخالف ہو اور مجھ کو کافر کذاب سمجھتا ہو وہ کم سے کم دس نامی مولوی صاحبوں اور دس نامی رئیسوں کی طرف سے منتخب ہو کر اس طور سے مجھ سے مقابلہ کرے۔ جو دو سخت بیماروں پر ہم دونوں اپنے صدق و کذب کی آزمائش کریں یعنی اس طرح کہ دو خطرناک بیمار لے کر جو جُدا جُدا بیماری کی قسم میں مبتلا ہوں۔قرعہ اندازی کے ذریعہ سے دونوں بیماروں کو اپنی اپنی دعا کے لئے تقسیم کرلیں۔ پھر جس فریق کا بیمار بکلی اچھا ہو جائے یا دوسرے بیمار کے مقابل پر اس کی عمر زیادہ کی جاوے۔ وہی فریق سچا سمجھا جاوے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور میں پہلے سے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کر کے یہ خبر دیتا ہوں کہ جو بیمار میرے حصہ میں آوے گا تو خدا اس کو بکلی صحت دے گا یا بہ نسبت دوسرے بیمار کے اس کی عمر بڑھاوے گا اور یہی امر میری سچائی کا گواہ ہوگا۔

لیکن یہ شرط ہوگی کہ فریق مخالف جو میرے مقابل پر کھڑا ہوگا اور وہ خود اور ایسا ہی دس اور مولوی یا دس رئیس جو اس کے ہم عقیدہ ہوں یہ شائع کر دیں کہ درحالت میرے غلبہ کے وہ میرے پر ایمان لائیں گے اور میری جماعت میں داخل ہوں گے اور یہ اقرار تین نامی اخباروں میں شائع کرانا ہوگا۔ ایسا ہی میری طرف سے بھی یہی شرط ہوگی ...اس قسم کے مقابلہ سے فائدہ یہ ہوگا کہ کسی خطرناک بیمار کی جو اپنی زندگی سے ناامید ہو چکا ہے۔ خدا تعالیٰ جان بچائے گا اور وہ احیاء موتی کے رنگ میں ایک نشان ظاہر ہو جائے گا۔‘‘(5)

روسائے لاہور کو دعوت طعام

اسی مکان کے صحن میں آپؑ نے رؤسائے لاہور کو ایک دعوت طعام دی اور احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ ایک گھنٹہ کی گفتگو کے بعد آپؑ نے رؤسائے لاہور سے پوچھا کہ اب کھانے کا وقت گزرا جاتا

ہے لہٰذا میں تقریر بند کرتا ہوں اس پر اکثر حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ کھانا تو ہم ہر روز کھاتے رہتے ہیں لیکن یہ روحانی غذا ہر روز کہاں نصیب ہوتی ہے۔ آپ تقریر جاری رکھیں۔ چنانچہ آپ نے اس تقریر کا سلسلہ دوبارہ جاری فرمایا اور یوں یہ معرکہ آراء تقریر☆ بعد دوپہر ایک بجے ختم ہوئی۔ (6) یہ دعوت 17 مئی کو دی گئی اور اڑھائی گھنٹہ تک حضرت مسیح موعودؑ نے خطاب فرمایا۔ (7)

حضرت ملک خدا بخشؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ سابق جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ لاہور اس دعوت کا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان کرتے ہیں کہ:

''تقریر فرماتے وقت حضورؑ کا وجود ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گویا ایک تصویر ہے جو بول رہی ہے آنکھیں نیم وا معلوم ہوتی تھیں اور کوئی حرکت ہاتھ پاؤں سے نہیں فرماتے تھے۔ حضور کے ہاتھ میں سونٹی بھی تھی۔''

تقریر کے اختتام پر حضور کی خدمت میں دودھ کا ایک گلاس پیش کیا گیا ہم تبرک کی خواہش میں گتھم گتھا بھی ہوئے چنانچہ کچھ دودھ جو فرش پر گر گیا تھا اسے بھی ہم نے اپنی زبانوں سے اٹھا لیا۔'' (8)

اس غیر معمولی اہم نشست کی رپورٹنگ ''اخبار عام'' نے اپنی 23 مئی 1908ء کی اشاعت میں غلط شائع کر دی اور لکھا کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت واپس لے لیا ہے جبکہ حضورؑ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے مکالمہ و مخاطبہ کا تفصیل سے ذکر فرما کر یہ اعلان فرمایا تھا کہ خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔ اسی کا نام ثبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں ... یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ و مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔ (9)

☆ اس سفر کے دوران حضور کے ملفوظات جو مختلف مواقع پر آپؑ نے بیان فرمائے بہت طویل ہیں۔ ان تمام کا تذکرہ تو اس کتاب میں مشکل ہے۔ وہ تمام مجالس علم و عرفان ملفوظات جلد 5 ص 539 تا 695 میں چھپ چکے ہیں۔ یہ معرکہ آراء تقریر پہلے ''البلاغ المبین'' کے عنوان سے بدر 25 جون 1908ء میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں ملفوظات جلد پنجم صفحہ 639 میں شائع ہوئی۔

اس اخبار کی غلط رپورٹنگ کی تردید میں حضورؑ نے ایڈیٹر ''اخبار عام'' کو انہی دنوں ایک خط لکھا جو یہاں پیش کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ آپؑ نے تحریر فرمایا:

''پرچہ ''اخبار عام'' 22 مئی 1908ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے نکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر

جاؤں۔"(10)

ایک معرکہ آراء کتاب پیغام صلح کی تصنیف

چونکہ دعوت طعام والے لیکچر میں عمائدین کی تعداد محدود تھی۔ اس لئے ایک پبلک لیکچر کی تجویز کو قبول فرماتے ہوئے آپؑ نے ایک کتاب تصنیف کرنی شروع کی۔ جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی صلح کی اہمیت اور اس کے لئے چند تجاویز بھی بیان فرمائیں۔ گو حضورؑ نے یہ مضمون مکمل فرمالیا مگر زندگی نے سنانے کی مہلت نہ دی۔

یوں یہ مضمون آپؑ کی وفات کے بعد 21 جون 1908ء کو یونیورسٹی کے ہال میں محترم خواجہ کمال الدین صاحب نے پڑھا۔ دیگر مضامین کی طرح یہ مضمون بھی شہرت کا حامل ہوا اور ہر قوم و ملت کے لوگوں نے اسے نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔(11)

- مدراس کے مشہور ہندو اخبار "ہندو پیٹریٹ" نے لکھا:

"وہ عظیم الشان طاقت اور اعلیٰ درجہ کی ہمدردی جو قادیان کے بزرگ کے اس آخری پیغام صلح سے ظاہر ہوتی ہے وہ یقیناً ایک خاص امتیاز کے ساتھ اسے ایک عظیم الشان انسان ہونا چاہئے۔ ہر ایک محب وطن ہندوستان کا مدعا ہونا چاہئے کہ وہ مجوزہ صلح کو عملی رنگ پہنانے کی کوشش کرے۔"(12)

- مشہور انگریزی برطانوی رسالے "ریویو آف ریویوز" نے اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"یہ پیغام ایک سنہری پل کا کام دے سکتا ہے جس پر سوار ہو کر مسلمانان ہند قانون اساسی کے خیمہ میں پہنچ سکتے ہیں۔ پیغام صلح شروع میں ہی تمام ہندوستانیوں کے ایک ہونے کو تسلیم کرتا ہے... وہ بات جس سے اس کی خواہش کی سچائی ثابت ہوتی ہے (یہ ہے) کہ تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے مان کر مذہبی اتفاق اور اتحاد کی بنیاد رکھی جائے۔ اس پیغام صلح کی یہ نرالی تجویز ہے۔"(13)

- ایک غیر مسلم دوست پی۔ پی سنگھ لکھتے ہیں:

''کتاب ''پیغام صلح'' نے مجھ پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔ میں اسلام کو اچھا مذہب خیال نہیں کرتا تھا۔ اسلام کے متعلق مسلمانوں کا جو تھوڑا بہت لٹریچر میں نے مطالعہ کیا ہے اس سے مجھ پر یہی اثر ہوا تھا کہ اسلام جارحانہ مذہب ہے۔ میں اسے کبھی رواداری کا مذہب نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ اب سمجھتا ہوں''(14)

- مسٹر برہم دت ڈیرہ دون نے لکھا:

''چالیس برس پیشتر یعنی اس وقت جبکہ مہاتما گاندھی ابھی ہندوستان کے افق سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے۔ مرزا غلام احمد نے 1891ء میں دعویٰ مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ ''پیغام صلح'' کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری، اخوت اور محبت کی روح پیدا ہو۔ بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابل قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل بعید کے کثیف پردے میں سے دیکھا اور صحیح راستے کی طرف راہنمائی فرمائی۔''(15)

- ''پیغام صلح'' کی تصنیف سے فراغت کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب ہی کے گھر میں آپؑ نے وفات مسیح پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ جس میں آپؑ نے جلالی الفاظ میں فرمایا۔

''عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔''(16)

- اس روز ایک شخص ڈاکٹر محمد سعید نامی حضورؑ سے بعض سوالات پوچھنے کے لئے آیا حضورؑ نے فرمایا ''میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں میں نے سب کچھ اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔''

اس سے اگلے روز حضورؑ کی وفات ہو گئی۔ (17)

اور پھر حسب معمول سیر کے لئے باہر تشریف لائے۔ کرایہ کی ایک گاڑی حاضر تھی حضورؑ نے اپنے ایک مخلص مرید حضرت شیخ عبدالرحمن قادیانیؓ سے فرمایا کہ:

''میاں عبدالرحمن! اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ ہے وہ ہمیں صرف اتنی دور تک لے جائیں کہ ہم اس روپے کے اندر گھر واپس پہنچ جائیں۔''(18)

حضرت قاضی محبوب عالم صاحب اس سیر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آخری سفر (وفات سے ایک روز قبل) عصر کے وقت حضرت اماں جانؓ نے کہا۔ چلو سیر کو چلیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ چند سطریں (پیغام صلح کی) رہ گئی ہیں پھر چلتے ہیں۔ کوئی آدھ گھنٹہ بعد آپ فٹن (گھوڑا گاڑی) پر بیٹھ کر سیر کو تشریف لے گئے۔ ٹھنڈی سڑک ☆ سے ہوکر انارکلی میں تشریف لائے اور کیسری ۞ کی دکان پر لیمن کا پانی نوش فرمایا اور پھر ریلوے روڈ سے ہوتے ہوئے خواجہ کمال الدین کے مکان پر پہنچے۔(19)

پروفیسر کلیمنٹ ریگ سے ملاقات

لاہور میں اسی سفر کے دوران بعض اہم لوگ ملاقات کی غرض سے احمدیہ بلڈنگز میں تشریف لاتے رہے۔ جن میں سے ایک برطانیہ کے مشہور سیاح اور ہیئت دان پروفیسر کلیمنٹ ریگ تھے جو اپنی اہلیہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کی غرض سے یہاں تشریف لائے تھے اور ایک طویل گفتگو کے دوران انہوں نے درج

☆ بعد میں یہ سڑک مال روڈ کے نام سے مشہور ہوئی اور اب شاہراہ قائداعظم کہلاتی ہے۔

۞ کیسری انارکلی میں لاہور کی سوڈا واٹر کی ایک مشہور دکان تھی۔ لوہاری دروازہ سے جب انارکلی میں داخل ہوں تو کچھ دکانیں چھوڑ کر بائیں طرف یہ دکان تھی۔ اب اس کے قریب لاہور آرٹ پریس کی عمارت ہے۔

ذیل دلچسپ سوالات ☆ حضرت مسیح موعودؑ سے پوچھے۔

* دنیا کب سے ہے؟
* گناہ کی حقیقت کیا ہے؟
* گناہ کا وجود ہی کیوں ہے؟
* کیا موت کے بعد انسان کو زندگی ملے گی؟
* کیا روحوں سے ملاقات ہو سکتی ہے؟
* اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟
* کیا خدا محب ہے۔
* اعلیٰ طبقہ کا جانور ادنیٰ کو کیوں کھاتا ہے؟
* انسان کب سے ہے؟
* ڈارون کی تھیوری کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟
* کیا اجرام سماوی اپنے اندر کوئی تاثیر رکھتے ہیں؟
* روحوں کی کتنی اقسام ہیں؟
* کفارہ کے عقیدہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟(20)

پروفیسر صاحب ان تمام سوالات کے تسلی بخش جواب پا کر بہت خوش ہوئے اور رخصت ہوتے ہوئے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

''مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور تسلی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے اطمینان کامل حاصل ہو گیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے نبی کے سوا کسی میں نہیں۔''(21)

☆ ان کے تفصیلی جوابات کے لئے دیکھیں ملفوظات جلد پنجم ص618 تا626 اور ص671 تا679

سر میاں فضل حسین بیرسٹر سے ملاقات

ایک اور قابل ذکر دوست سر میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر تھے جو ملاقات کی غرض سے احمدیہ بلڈنگز آئے۔ ملاقات میں موصوف نے بھی کئی ایک سوالات کئے اور تسلی بخش جوابات پائے۔

(22) ان کے ایک سوال کہ اگر تمام غیر احمدیوں کو کافر کہا جائے تو پھر اسلام میں کچھ باقی نہیں رہتا۔ آپؑ نے فرمایا:

''ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو۔ جب میں نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے بعد بٹالہ کے محمد حسین مولوی ابوسعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتویٰ تیار کیا جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے دجال ہے، ضال ہے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ جو ان سے السلام علیکم کرے یا مصافحہ کرے یا انہیں مسلمان کہے وہ بھی کافر۔ اب سنو! یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے۔ پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ خود ہی کہہ دیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے؟ ہم نے ان پر کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اب جو انہیں کافر کہا جاتا ہے تو یہ انہیں کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی ہم نے کہا دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔ اس نے جواب میں لکھا کہ ہم تو تجھے پکا کافر سمجھتے ہیں۔

اس شخص (میاں فضل حسین) نے عرض کیا کہ وہ آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں لیکن اگر آپ نہ کہیں تو کیا حرج ہے؟ فرمایا کہ جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔

اس شخص نے کہا کہ جو کافر نہیں کہتے ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ فرمایا لا یدخل المومن فی جحر مرتین ہم خوب آزما چکے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔ان کا حال یہ ہے وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ یعنی سامنے تو کہتے ہیں کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی مخالفت نہیں۔مگر جب اپنے لوگوں سے مخلی بالطبع ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ان سے استہزاء کررہے تھے۔پس جب تک یہ لوگ ایک اشتہار نہ دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں بلکہ ان کو کافر کہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں تو میں آج ہی اپنی جماعت کو حکم دے دیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں۔ ہم سچائی کے پابند ہیں۔آپ ہمیں شریعت اسلام سے باہر مجبور نہیں کر سکتے ...قرآن مجید میں فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ ہم تو تینوں طبقوں کے لوگوں کو مسلمان کہتے ہیں۔مگر ان کو کیا کہیں کہ جو مومن کو کافر کہیں ہم انہیں بھی اس وقت تک ان کے ساتھ سمجھیں گے جب تک وہ ان سے اپنے الگ ہونے کا اعلان بذریعہ اشتہار نہ کریں اور ساتھ ہی نام بنام یہ نہ لکھیں کہ ہم ان مکفرین کو بموجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں۔‘‘(23)

احباب جماعت کو ایک اہم نصیحت

وفات سے ایک روز قبل آپؑ نے ظہر و عصر کی نماز کی ادائیگی کے بعد موجود احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’جماعت احمدیہ کے لئے بہت فکر کا مقام ہے کیونکہ ایک طرف تو لاکھوں آدمی انہیں کافر کہتے ہیں دوسری طرف اگر یہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مومن نہ بنے تو ان کے لئے دوہرا گھاٹا ہے۔(24)

مسٹر محمد علی جعفری وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور سے ملاقات

جیسا کہ میں تحریر کر چکا ہوں کہ اس سفر کے دوران بہت سی اہم شخصیتوں نے احمدیہ

بلڈنگز پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست فیض پایا۔ ان میں سے ایک جناب محمد علی جعفری ایم اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور تھے۔ ان سے ایک طویل گفتگو کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت پر بڑے جلالی رنگ میں فرمایا:

''اگر میرے ساتھ خدا تعالیٰ کا کوئی نشان نہ ہوتا اور نہ اس کی تائید اور نصرت میرے شامل حال ہوتی اور میں نے قرآن سے الگ کوئی راہ نکالی ہوتی یا قرآنی احکام اور شریعت میں کچھ دخل و تصرف کیا ہوتا یا منسوخ کیا ہوتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کے باہر کوئی اور نئی راہ بتائی ہوتی تو البتہ حق تھا اور لوگوں کا عذر معقول اور قابل قبول ہوتا کہ واقعہ میں یہ شخص خدا اور خدا کے رسول کا دشمن اور قرآن شریف اور تعلیم قرآن کا منکر اور منسوخ کرنے والا ہے۔ فاسق ہے۔ فاجر ہے، مرتد ہے، مگر جب میں نے نہ قرآن میں کوئی تغیر کیا اور نہ پہلی شریعت کا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لائے تھے ایک شوشہ اور نقطہ میں نے بدلا بلکہ میں قرآن اور احکام قرآنی کی خدمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک مذہب کی خدمت کے واسطے کمر بستہ ہوں اور جان تک میں نے اپنی اس راہ میں لگادی ہے اور میرا یقین کامل ہے کہ قرآن کے بعد جو کامل اور اکمل اور مکمل کتاب ہے اور اس کی پوری اطاعت اور بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کے نجات ممکن ہی نہیں اور قرآن میں کمی بیشی کرنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اُتارنے والے کو کافر اور مرتد یقین کرتا ہوں تو پھر اس صورت میں باوجود میری صداقت کے ہزارہا نشان ظاہر ہوجانے کے جو کہ خدا تعالیٰ نے آج تک میری تائید میں آسمان اور زمین پر ظاہر کئے پھر مجھے جو شخص کاذب اور مفتری اور دجال کے نام سے پکارتا ہے یا جو میری پرواہ نہیں کرتا اور میری آواز کی طرف کان نہیں

دھرتا۔ یقین جانو کہ خدا تعالیٰ بغیر مواخذہ اُسے ہرگز ہرگز نہ چھوڑے گا۔ اسلام کی کشتی غرق ہونے کو ہے۔ زمانہ شہادت دے رہا ہے اور وقت پکار پکار کر ضرورت محسوس کر رہا ہے۔ اندرونی حالت ایسی خطرناک ہے کہ اس سے ہرگز ہرگز کسی کا دل مطمئن اور خوش نہیں ہوسکتا۔ بیرونی حملے ایسے خطرناک ہیں کہ قریب ہے کہ اسلام کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکیں تو کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ کسی کو خدا تعالیٰ اسلام کی حمایت کے واسطے مبعوث فرماتا اور کوئی مجدد بھیجتا جو اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو سنبھال لیتا۔ صدی کا سر بھی گزر گیا مگر کل وعدے جھوٹے ہی جھوٹے نکلے تو پھر تم ہی بتاؤ کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں کہ خدا اسلام کی خبر گیری کرتا؟ یا کیا کوئی اس سے بھی زیادہ خطرناک اور نازک حالت ہوگی؟ کیا جب اسلام بالکل مر ہی جاوے گا اور اس میں کوئی دم باقی نہیں رہے گا اس وقت کوئی آوے گا؟ پھر ایسے آنے والے سے کیا فائدہ اور کیا حاصل؟

یادرکھو کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر اسلام بھی جھوٹا ہے اور اگر اسلام بھی دوسروں کی طرح ایک مردہ مذہب ہے تو پھر اسلام میں کیا بڑائی ہے اور اس کی کیا خصوصیت؟ توحید جس کا تم کو ناز ہے اس کے تو برہمو اور آریہ بھی دعویدار ہیں۔ ایک شخص نے اسی لاہور میں ایک دفعہ لیکچر دیا تھا کہ ہم لوگ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائل ہیں پھر ہمیں رسول اللہ کی کیا حاجت ہے؟ جب یہ صورت ہے اور توحید کے اور مذاہب بھی قائل ہیں تو پھر تم میں تمہارے غیروں میں مابہ الامتیاز ہی کیا ہوا؟''(25)

تفریحی مقامات کی سیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے عادی تھے مگر یہ سیر تفریحی مقامات پر جاکر Enjoy کرنے کے لئے نہ تھی بلکہ آپ اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے روزانہ سیر کرتے تھے۔ بسا اوقات

ملاقاتیوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیتے اور سیر کے دوران ان سے گفتگو کرتے اور ان کے مسائل سنتے۔

لاہور آپ جب بھی تشریف لاتے مختلف جگہوں پر جا کر سیر کرنے کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ اکثر دفعہ حضرت اماں جانؓ بھی ساتھ ہوتیں جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ سیر میں حضرت اماں جانؓ کی صحت اور دلجوئی مدنظر ہوتی تھی۔

لاہور میں سیر کے بارہ میں زیادہ تر روایات حضرت قاضی محبوب عالمؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ سے ملتی ہیں۔ آپ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت اماں جانؓ کے ہمراہ شالامار باغ ☆اور لارنس گارڈن ۞ بھی تشریف لے گئے۔ لارنس گارڈن کی سیر کا واقعہ آخری سفر لاہور کا ہے۔(26) اسی سفر کے دوران ٹھنڈی سڑک، انارکلی ☆☆اور ریلوے روڈ کی سیر کا ذکر بھی تاریخ میں ملتا ہے۔(27) جس کا تفصیلی ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے۔

آخری سفر لاہور میں آپ ایک دفعہ میاں میر☆ کی طرف بھی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت بابو غلام محمدؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حضور فٹن پر ہوتے تھے اس لئے میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح پہلے ہی وہاں پہنچ جاتا تھا۔(31)

انبیاء کے اخلاق ہر وقت اُجاگر ہوتے رہتے ہیں اور اردگرد بسنے والے لوگ ان کی زندگیوں کا بغور مطالعہ کرتے ہیں جیسے ایک موقع پر ایک مشرک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اردگرد جب کچھ لوگ جمع دیکھے جن میں بعض امیرزادے بھی تھے۔ اتنے میں ایک غریب بڑھیا دادرسی کے لئے آئی۔ اس پر مشرک نے خوب بغلیں بجائیں کہ اب دیکھتے ہیں کہ یہ محمد نبی ہے یا بادشاہ۔ اگر نبی ہوا تو ان امیرزادوں کو چھوڑ کر ضرور اس بڑھیا کی بات سنے گا ورنہ یہ نبی نہیں... ابھی یہ شخص سوچ ہی رہا تھا کہ بڑھیا نے الگ ہو کر بات سننے کی استدعا کی جسے محسن انسانیت حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبول فرما لیا اور الگ ہو کر اس کی بات سنی ہے مشرک شخص دیکھ کر حیران رہ گیا اور بے ساختہ بول اٹھا کہ محمد ضرور نبی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی سیرت و اطوار کا نہایت حسین اور اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔ ایک دفعہ سیر سے واپسی پر کوچوان اور حضرت میر ناصر نوابؓ کے درمیان کرایہ پر معمولی جھگڑا ہو گیا جسے حضورؑ نے سن لیا۔ آپؑ نے کوچوان سے پوچھا اور کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ ایک روپیہ اور چاہیے۔ اس پر حضورؑ نے اندر سے ایک روپیہ لاکر کوچوان کو دیا اور میر صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مزدوری سے کم نہیں دینا چاہیے۔ یہ سن کر کوچوان بہت خوش ہوا اور حضورؑ کے اخلاق کی تعریف کرتا ہوا چلا گیا۔(32)

حضور کا وصال اور تجہیز و تکفین

حضورؑ کا وصال ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب گھر ہی ہوا تھا جو احمدیہ بلڈنگز سے ملحقہ ایک بالائی منزل میں تھا۔ جنازہ کے لئے آپ کی نعش مبارک نیچے صحن☆ میں لائی گئی اور حضرت حکیم مولانا نورالدینؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد جنازہ کو لاہور ریلوے اسٹیشن۞ پر پہنچایا گیا

☆ یہ عظیم الشان اور خوبصورت اور روح افزاء مقام (باغ) پنجاب میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ کشمیر ہی کے شالامار باغ کے نمونہ پر شاہجہاں نے نواب علی مردان خان کی زیر نگرانی تیار کروایا تھا۔ وقت کے رؤساء سیر و سیاحت کے لئے یہاں تشریف لاتے تھے۔(28)

۞ مال روڈ پر واقع ہے پاکستان بننے کے بعد اس کا نام جناح باغ رکھ دیا گیا۔ مختلف انواع کے درخت یہاں موجود ہیں۔ بہت گھنا سایہ دار اور خوبصورت باغ ہے۔ اب جہاں دو اہم لائبریریاں قائد اعظم لائبریری اور دار السلام لائبریری موجود ہیں۔(29)

☆☆ انارکلی لاہور کا مشہور بازار ہے جو اکبر کی چہیتی بی بی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اس کا اصل نام نادرہ بیگم یا شرف النساء بیگم تھا۔ سلیم جہانگیر جس کو اس سے محبت ہوگئی تھی نے اس کی وفات پر اس کی قبر پر ایک مقبرہ تعمیر کروایا تھا اس کے ساتھ باغ انارکلی بھی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس باغ میں انار کے درخت بکثرت تھے یہ باغ انار باغ کے نام سے جانا جاتا ہوا اور رفتہ رفتہ انارکلی کے نام سے بدل گیا۔ جیسے لاہور میں انگوری باغ، گلابی باغ، بھی اپنی اپنی مخصوص پیداوار کے لحاظ سے مشہور رہے ہیں(30)

اور یوں ریل گاڑی کے ذریعہ قادیان بغرض تدفین پہنچا۔ لاہور سے ایک کثیر تعداد میں احباب جماعت جنازہ کے ساتھ قادیان تشریف لے گئے۔

آپؑ کی وفات پر بعض کمینہ صفت لوگوں نے طوفان بدتمیزی کھڑا کیا۔ مخالفت میں جلوس نکالے۔ کوئی کہتا مرزا صاحب ہیضہ سے مر گئے۔ کوئی کہتا مرزا صاحب کو جذام ہو گیا اور کوئی کچھ کہتا۔ حضرت قاضی محبوب عالمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور خلیفہ رجب الدین صاحب باہم مشورہ کے بعد باہر سڑک پر چلے گئے اور جا کر آواز دی کہ حضرت مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں جو شخص زیارت کرنا چاہتا ہے بلاتمیز مذہب وملت کر سکتا ہے۔ چنانچہ چالیس چالیس پچاس پچاس لوگ اکٹھے آتے تھے اور ہم نے حضرت صاحب کے پاؤں اور ہاتھ اور منہ کھلے رکھے ہوئے تھے تا لوگ زیارت کرتے جائیں اور دیکھتے جائیں کہ حضرت صاحب کو جذام نہیں ہوا۔ ہندو لوگ میت کو دیکھ کر ہاتھ جوڑ کر سلام کرتے اور کہتے کہ یہ تو زندہ ہی لیٹے ہوئے ہیں ان کے چہرہ پر موت کا کوئی نشان نہیں ہے۔ (34)

ان کمینہ صفت لوگوں کی مخالفت کے مقابل پر وہاں سنجیدہ اور ہر قوم وملت کے شریف طبقہ کے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں اچھے خیالات کا اظہار کیا اور مختلف انداز میں خراج تحسین پیش کیا اور وقت کے اخبارات نے بھی اچھے الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ چنانچہ:

- دہلی کے غیر احمدی اخبار "کرزن گزٹ" کے مشہور ایڈیٹر میرزا حیرت دہلوی صاحب نے لکھا:

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا

☆ میاں میر صاحب ایک وسیع علاقہ ہے ان دنوں اس علاقے میں آبادی کم تھی سرسبز وشاداب تھا اور کشادہ ہوا کا علاقہ تھا۔ یہ ایک مزار کے نام پر موسوم ہے جو ایک بزرگ سید نقیب میاں میر یا شاہ میر کا ہے۔ (33)

اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں ... اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے ... اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔(35)

- امرتسر کے غیر احمدی اخبار ''وکیل'' نے بڑا زوردار، مؤثر اور حقیقت افروز ریویو لکھا جو اس اخبار کے ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے نکلا۔ انہوں نے لکھا:

''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا (خالی ہاتھ بقول ایڈیٹر کے ورنہ تو وہ رحمت کے پھول لایا تھا اور درود کا گلدستہ لے کر گیا۔ مؤلف)... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس

☆ اس وقت چونکہ مارکیٹ نہ تھی اس لئے احمدیہ بلڈنگز کے ساتھ خاصا بڑا صحن تھا۔

۞ پلیٹ فارم نمبر 1 مراد ہے۔

رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جُدا ہوگیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہوگیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے... میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر وعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے... **آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو**"۔ (36)

- لاہور کے مشہور غیر احمدی رسالہ "تہذیب النسوان" کے ایڈیٹر سید امتیاز علی تاج صاحب جو شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی صاحب کے فرزند ارجمند اور اپنے دور کے مستند ادیبوں میں سے تھے نے لکھا: (37)

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔" (38)

- لاہور کے اخبار "آریہ پترکا" کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا:

"عام طور پر جو اسلام دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اس کی نسبت مرزا صاحب کے خیالات اسلام کے متعلق زیادہ وسیع اور زیادہ قابل برداشت تھے۔ مرزا صاحب کے تعلقات آریہ

سماج سے کبھی بھی دوستانہ نہیں ہوئے اور جب ہم آریہ سماج کی گزشتہ تاریخ کو یاد کرتے ہیں تو ان کا وجود ہمارے سینوں میں بڑا جوش پیدا کرتا ہے۔(39)

- لاہور کے آریہ اخبار "اندر" نے لکھا:

"مرزا صاحب اپنی ایک صفت میں محمد صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور وہ صفت ان کا استقلال تھا خواہ وہ کسی مقصود کو لے کر تھا۔ اور ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہ کھائی۔"(40)

- الٰہ آباد کے انگریزی اخبار "پائنیر" نے لکھا:

"اگر گزشتہ زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آ کر اس زمانہ میں دنیا کی تبلیغ کرے تو وہ بیسیویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں معلوم نہ ہوگا جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے ... مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ کے متعلق کبھی کوئی شک نہیں ہوا اور وہ کامل صداقت اور خلوص کے ساتھ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ ان پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اور یہ کہ انہیں ایک خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے .... ایک دفعہ انہوں نے بشپ کو چیلنج دیا کہ وہ نشان نمائی میں ان کا مقابلہ کرے اور مرزا صاحب اس بات کے لئے تیار تھے کہ حالات زمانہ کے ماتحت بشپ صاحب جس طرح چاہیں اپنا اطمینان کر لیں کہ نشان دکھانے میں کوئی فریب اور دھوکا استعمال نہ ہو ... وہ لوگ جنہوں نے مذہبی میدان میں دنیا کے اندر حرکت پیدا کر دی۔ وہ اپنی طبیعت میں انگلستان کے لارڈ بشپ کی نسبت مرزا غلام احمد صاحب سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں ... بہر حال قادیان کا نبی ان لوگوں میں سے تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔"(41)

- مسٹر والٹر ایم۔اے سیکرٹری آل انڈیا کرسچین ایسوسی ایشن نے اپنی انگریزی کتاب ''احمدیہ موومنٹ'' میں لکھا:

''یہ بات ہر طرح سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب اپنی عادات میں سادہ اور فیاضانہ جذبات رکھنے والے تھے۔ان کی اخلاقی جرأت جوانہوں نے اپنے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذارسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً قابل تحسین ہے۔صرف ایک مقناطیسی جذب اور دلکش اخلاق رکھنے والا شخص ہی ایسے لوگوں کی دوستی اور وفاداری حاصل کرسکتا ہے۔جن میں سے کم از کم دو نے افغانستان میں اپنے عقائد کے لئے جان دے دی مگر مرزا صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔میں نے بعض پُرانے احمدیوں سے ان کے احمدی ہونے کی وجہ دریافت کی تو اکثر نے سب سے بڑی وجہ مرزا صاحب کے ذاتی اثر اور جذب اور مقناطیسی شخصیت کو پیش کیا...میں نے 1916ء میں قادیان جا کر (حالانکہ اس وقت مرزا صاحب کو فوت ہوئے آٹھ سال گزر چکے تھے) ایک ایسی جماعت دیکھی جس میں مذہب کے لئے وہ سچا اور زبردست جوش موجود تھا جو ہندوستان کے عام مسلمانوں میں آج کل مفقود ہے۔قادیان میں جا کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کی محبت اور ایمان کی وہ روح ہے جسے وہ عام مسلمانوں میں بے سود تلاش کرتا ہے۔احمد کی جماعت میں بافراط ملے گی۔''(42)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر دی سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور۔دی علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ علی گڑھ۔دی یونیٹی اینڈ منسٹر کلکتہ، دی ٹائمز لنڈن وغیرہ نے تعریفی نوٹ شائع کئے مگر اس مختصر رسالہ میں ان سب نوٹوں کے درج کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام ماموریت کے بعد پہلی بار 1890ء میں لاہور تشریف لائے۔اس کے بعد مختلف اوقات میں آپ کا ورود یہاں ہوتا رہا اور مسیحی انفاس سے اہل لاہور کے

دلوں میں روحانی زندگی کی روح پھونکتے رہے۔آپؑ کی مسیحائی طاقتوں سے بہت سے بیماریوں نے شفا پائی اور آنکھوں کے اندھوں کو بینائی عطا فرمائی اور لاہور میں احیائے اسلام کے چشمے جاری کرنے کے بعد آپؑ نے لاہور ہی میں وفات پائی اور یہیں سے آپؑ کا جسد اطہر قادیان لے جایا گیا اور آپؑ نے جو ہدایات کی شمعیں لاہور میں روشن کی تھیں۔آج اس شمع کے ہزاروں پروانے یہاں پیدا ہو چکے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک بہت بھاری جماعت لاہور میں قائم ہے جو آپؑ کے بعد جاری کردہ خلافت کے چشمے سے فیضیاب ہو رہی ہے اور اللہ تعالی کے فضل سے جماعت احمدیہ لاہور دن دگنی رات چوگنی ترقی کی منازل طے کرتی جا رہی ہے۔الحمدللہ

حوالہ جات باب سوم

1۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 52

2۔ سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 178

3۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 53

4۔ الفضل 31 مئی 1962ء صفحہ 5

5۔ حیات طیبہ از شیخ عبدالقادر صفحہ 254،255

6۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 56

7۔ سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 179

8۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 355

9۔ الحکم 14 جولائی 1908ء صفحہ 12 جلد 12 نمبر 41

10۔ مجموعہ اشتہارات جلد سوئم صفحہ 596

11۔ بدر جلد 7 نمبر 25 و الحکم جلد 12 نمبر 40

12۔ ریویو آف ریلیجنز اردو 1908ء صفحہ 440،442

13۔ ریویو آف ریلیجنز صفحہ 400،428

14۔ الفضل 29 مارچ 1940ء صفحہ 2

15۔ اخبار ''فرنٹیئر میل'' 22 دسمبر 1948ء بحوالہ ''تحریک احمدیت'' مؤلفہ جناب مولوی برکات احمد راجیکی۔

16۔ بدر جلد 7 نمبر 22 بابت 2 جون 1908ء

17۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 200

18۔ بدر 11 جون 1908ء

19۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 234،233

20۔ حیات طیبہ از عبدالقادر صفحہ 449 بحوالہ بدر 26 مئی 1908ء

21۔ بدر 26 مئی 1908ء بحوالہ حیات طیبہ 449

22۔ بدر 24 مئی 1908ء

23۔ بدر 24 مئی 1908ء ولاہور تاریخ احمدیت صفحہ 54، 55اور 285، 286

24۔ حیات طیبہ از عبدالقادر صفحہ 453، 454اور الفضل 12 نومبر 1959ء

25۔ ملفوظات طبع جدید جلد 5 صفحہ 586، 587

26۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 332، 333

27۔ لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 233، 234

28۔ نقوش لاہور نمبر جلد اوّل صفحہ 334، 338

29۔ نقوش لاہور نمبر جلد اوّل صفحہ 440

30۔ نقوش لاہور نمبر جلد اوّل ص265، 269

31۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 210

32۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 231

33۔ نقوش لاہور نمبر جلد اوّل ص282

34۔ لاہور تاریخ احمدیت۔ صفحہ 235

35۔ کرزن گزٹ دہلی مورخہ کم جون 1908ء

36۔ اخبار وکیل امرتسر از تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 565

37۔ اردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد اوّل صفحہ 129 مدیر اعلیٰ مولانا حامد علی خان ناشر غلام علی اینڈ سنز لاہور، اشاعت اوّل 1987ء

38۔ تہذیب نسواں لاہور۔

39۔ اخبار آریہ پتر کا لاہور

40۔ اخبار اندر لاہور

41۔ اخبار پائنیر الہ آباد مورخہ 30 مئی 1908ء

42۔ ترجمہ از احمدیہ موومنٹ مصنفہ مسٹر والٹر ایم اے۔

باب چہارم

لاہور میں آمد جن کے سن ورود کی تعیین نہیں ہوسکی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لاہور آمد کے واقعات میں ان کے اعتبار سے ترتیب کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ تین واقعات جن کا تعلق لاہور سے ہے کے سن کی تعیین نہیں ہوسکی۔ تاہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں لاہور تشریف لائے۔ جن کو الگ باب میں باندھ دیا گیا ہے۔

مال روڈ پر واقع شیخ رحمت اللہ کی دکان پر آمد

1897ء کے واقعات میں یہ ذکر گزر چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مالک بمبئے ہاؤس شیخ رحمت اللہ کے گھر واقع انارکلی میں تشریف لے گئے تھے مگر جب شیخ رحمت اللہ اپنے بھائی شیخ محبوب علی صاحب سے اپنی دکان الگ کر کے ٹھنڈی سڑک ☆ پر لے گئے تو ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں تھے۔ آپ نے حضورؑ کو اپنی دکان پر آ کر برکت کے لئے دعا کی درخواست کی جو حضورؑ نے قبول فرمائی چنانچہ حضورؑ کی آمد پر آپ کو دکان سے گزار کر عقب میں ایک کمرہ جو نشست گاہ کا کام دیتا تھا میں لے جانے کی کوشش کی۔ جسے حضورؑ نے نامنظور فرمایا۔ کیونکہ حضورؑ دکان میں سے

☆ بعد میں یہ مال روڈ کے نام سے مشہور ہوئی اور اب اس کا نام تبدیل کر کے شاہراہ قائداعظم رکھ دیا گیا ہے۔ ریگل چوک کے قریب 56 شاہراہ قائداعظم پر یہ دکان ہوا کرتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے دور میں اس کی دوبارہ تعمیر ہوئی اور سنگ بنیاد کے لئے حضرت خلیفہ اوّلؓ کو بلایا گیا۔ یہ تقریب 15 جون 1912ء کو منعقد ہوئی۔ اس تقریب کی یاد میں محترم شیخ رحمت اللہ صاحب نے اس بلڈنگ کے باہر ایک تختی آویزاں کروائی جو کچھ عرصہ قبل تک اس عمارت کی خوبصورتی بنی ہوئی تھی۔ باقی اگلے صفحہ پر)

گزرنا ناپسند فرمایا کرتے تھے۔☆حضورؑ دکان کے ساتھ کے راستے سے گزر کر نشست گاہ میں پہنچے جہاں حضورؑ کی خدمت میں شیخ رحمت اللہ نے بمبئے کے کیلوں کا گچھا پیش کیا جسے حضورؑ نے بوجہ زکام کھانے سے پرہیز فرمایا مگر شیخ صاحب کے بہت اصرار پر آپ نے کیلا کھایا۔جس سے حضور کو ریزش کی تکلیف ہوگئی۔(1)

ریلوے اسٹیشن پر حضرت اماں جان کے ساتھ چہل قدمی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ گاڑی کے انتظار میں اپنی اہلیہ محترمہ حضرت نصرت جہاں بیگمؓ المعروف حضرت اماں جان کے ہمراہ لاہور اسٹیشن ۞ پر ٹہل رہے تھے۔حضرت مولوی عبدالکریمؓ کو یہ انداز مناسب نہ لگا۔انہوں نے حضرت صاحب سے باادب عرض کی کہ حضور! حضرت اماں جان کے ساتھ اس طرح آزادی کے ساتھ ٹہلتا ہوا دیکھ کر لوگ کیا کہیں گے۔آپؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔آخر میں کہیں گے نا کہ مرزا اپنی بیوی کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔(2)

(بقیہ حاشیہ)اس تختی پر درج ذیل الفاظ کندہ تھے(3)

ماشاءاللہ

لاقوۃ الا باللہ

دارالرحمت

جس کا سنگ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدینؓ نے 15 جون 1912ء مطابق

28 جمادی الثانی 1330ھ رکھا

☆ حضرت حاجی محمد موسیٰ آف نیلا گنبد کی دکان پر جب حضورؑ تشریف لے گئے تو اس وقت بھی حضورؑ کو اندر آنے کی التجا کی گئی تھی۔آپؑ نے فرمایا تھا ''نبی دکانوں میں نہیں بیٹھا کرتے''(4)

۞ حضرت میاں معراج الدین عمرؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے یہ واقعہ لاہور اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر 1 پر اور مشرقی پل کے قریب کا ہے۔(5)

حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا فوٹو

انارکلی لاہور کے ایک فوٹو گرافر ☆ نے قادیان جا کر آپؑ کا فوٹو لیا جو آپ کا پہلا فوٹو تھا جسے حضرت میاں معراج الدین عمرؓ اپنے ساتھ لاہور سے لے گئے تھے اور آپ نے اس سے فوٹو خرید لیا اور کاپیاں بنا کر جماعت میں فروخت بھی کی تھیں۔ حضرت مولوی محب الرحمنؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد میاں حبیب الرحمٰن نے بھی ایک فوٹو خریدا تھا اور اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فوری طلب کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''اچھا آپ نے کبھی خریدی ہے ہمارا یہ منشاء تو نہ تھا کہ دوست اس کو خریدیں۔ اچھا اگر آپ نے لے لی ہے تو کہیں ڈال چھوڑیں۔'' (6)

☆ محترم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت نے تاریخ احمدیت میں اس واقعہ کو وسط 1899ء کا قرار دیا ہے۔

(7) لاہور تاریخ احمدیت میں اس فوٹو گرافر کا نام گردھر لعل دیا ہے۔ جبکہ ذکر حبیب مؤلفہ مفتی محمد صادقؓ میں جو شبیہ مبارک دی گئی ہے اس پر نام محمد کاظم فوٹو گرافر انارکلی لاہور لکھا ہے۔ تاہم انارکلی میں اس فوٹو گرافر کی دکان کا تعین نہیں ہو سکا۔

حوالہ جات باب چہارم

1۔لاہور تاریخ احمدیت ۔صفحہ 335،336

2۔لاہور تاریخ احمدیت ۔صفحہ 91،92

3۔لاہور تاریخ احمدیت از شیخ عبدالقادر ص 417

4۔لاہور تاریخ احمدیت ۔صفحہ 228

5۔لاہور تاریخ احمدیت ۔صفحہ 92

6۔لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 96

7۔تاریخ احمدیت جلد 3 ص 62

اضافہ جات

سید محکم الدین بیکرز میں آمد

خاکسار نے اپنے اللہ کی مدد سے اپنی تمام تر کوششوں اور استعدادوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اُن مقامات کی نشان دہی کتاب میں جب کر دی جہاں مسیح دوراں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام دعویٰ میسیحیت سے قبل اور بعد دعویٰ میسیحیت لاہور تشریف لائے اور دینی ذمہ داریوں سے عہدہ برآء ہوئے۔اور کتابی شکل دے کر اشاعت ہونے کے بعد جب پاکستان بھر میں اس کتاب نے پذیرائی پائی تو راولپنڈی سے ایک دوست نے اسلام آباد سے شائع ہونے والا انگلش اخبار ہفت روزہ "TODAY" 26 جنوری تا 2 فروری 1997ء جلد 1 نمبر 8 بذریعہ Mail بھجوا کر یہ نشان دہی کی کہ ''لاہور کی روحانی قدریں'' میں ایک بیکری بنام ''سید محکم الدین اینڈ سنز'' انارکلی لاہور کا تذکرہ رہ گیا ہے جہاں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیک رس خریدا کرتے تھے۔چنانچہ یہ مقام بھی ان مبارک اور مقدس مقامات میں سے ہے۔جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدم رنجہ فرمائے۔بعد میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقلید میں اس بیکری سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔آپ دونوں کا ذکر ہفت روزہ "TODAY" میں ان الفاظ میں ملتا ہے۔یہ فیچر "The classic Cake" کے عنوان سے اخبار کی زینت بنا ہے۔اس فیچر کے صفحہ 1 کے دوسرے کالم میں اُن مشہور و معروف شخصیات کے نام درج ہے جو اس بیکری سے باقاعدگی سے وزٹ کیا کرتے تھے۔مضمون نگار لکھتا ہے۔

Not only that this bakery has been serving people whose names are engraved deeply in our history

Thus has become a repository of the life styles of those big names , but also it has seen and survived horrid historical events .

Lord Aitchison , Lady Willington , Mr. Morris (a police surgeon)، Mr.Nivellette (DIG Punjab Police) Mr.and Mrs. Phailbus, Lala Dhani Ram , Nariman JI,Dara JI,**Ghulam Ahmad**, **Mirza Tahir** , Nawab of Junagarh , Mumtaz Daultana, Fateh Sher Langaryal , Feroze Khan Noon , Raja Ghazanfar Ali, Jawahar Lal Nehru ,Bakht Hussain all have benefited from the delicious treats .

اس کی تصدیق یوں ہوئی کہ جب محترمہ طوبیٰ کی ربوہ شادی پر جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے سید محکم الدین کے پوتے کو دعوت نامہ جاری ہوا تو اس وقت کے پرائیویٹ سیکرٹری مکرم محمد اسلم شاد نے ان کے نام دعوتی کارڈ مجھے بھجوا کر ان کے پوتے کو سپرد کرنے کی ذمہ داری لگائی تھی۔ جو خاکسار نے ادا کر دی تھی۔ حیرت ہوتی ہے کہ حضور رحمہ اللہ نے اپنے جاننے والوں کو ایسے یاد رکھا اور ایک شادی میں شمولیت کے لئے لاہور سے ربوہ آئے تھے اور آج بھی اگر کوئی اس بیکرز پر جا کر حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا پوچھے تو وہ کہتے ہیں کہ ''ہاں حضرت صاحب یہاں آیا کرتے تھے''۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک وقت تک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوٹو بھی اس بیکرز کی زینت رہی ہے۔

یہ بیکری آج بھی نیلا گنبد سے جب انارکلی میں داخل ہوں تو داخل ہونے سے قبل دائیں طرف آتی ہے۔ اور دائیں بائیں بچوں کے کپڑوں کی دکانیں ہیں۔ یہ ایک Pioneers بیکری ہے جو 1879ء میں قائم ہوئی تھی۔

The Classic Cakes

Wandering in Anarkali, SHEHLA ARIF was struck by the mouth-watering tastes offered by a modest Bakery that claims to be the pioneer of baking in the Sub-Continent

In the busy streets of Anarkali, bustling with immense activity, a few yards ahead of Neela Gumbad, surrounded by various garments shops, there stands, and quite proudly so, SYED MOHKAMUD DIN & SONS. 'Tis a bakery. 117 years old. The owners claim that they are the pioneers of Art of Bakery in the sub-continent.

We set ourselves to the taste of investigating the truth contained in this statement. And the results?

In 1879, Syed Mohkamud Din in an urge to utilise the knowledge and skill imparted to him by Lady Willington, enacted premises on a small piece of land in Anarkali (The land was being distributed free at that time). Who knew that later those premises were to become a living monument of history.

Not only that this bakery has been serving people whose names are engraved deeply in our history and thus has become a repository of the life styles of those big names, but also it has seen and survived horrid historical events.

Lord Aitchison, Lady Willington, Mr. Morris (a police surgeon), Mr. Nivellette (DIG Punjab Police), Mr. and Mrs. Phailbus, Lala Dhani Ram, Nariman JI, Dara JI, Ghulam Ahmad, Mirza Tahir, Nawab of Junagarh, Mumtaz Daultana, Fateh Sher Langaryal, Feroze Khan Noon, Raja Ghazanfar Ali, Jawahar Lal Nehru all have benefited from the delicious treats this bakery has always to offer. "Those were really good times" says Syed Mohkam Bakht, grandson of Syed Mohkamud Din. "Bakery is a part of British culture. A pastry over a cup of tea as breakfast will do for the ruling elite, but not to the man on street who gets terribly consumed by the all day long physical hard work. He necessarily needs a Kulcha and Nihari. "adds his younger brother Syed Shajar Naqvi.



A look that rocks the thousand hearts — a wedding cake

Syed Kush Bakht Hussain



Some special assignments which they remember with great zeal are a complimentary cake they presented to Mr. Bhutto when he was the Foreign Minister. And a few years later, Zulfiqar Ali Bhutto ordered them a 200 lbs cake for Pinki (Benazir's) birthday. Of course, how could they forget 7 storied 300 lb cake which their father made in 1949, when Shah Iran visited Pakistan. And also the decoration of an arch with eatables in Shalamar Garden is a worth remembering event.

Mohammad Shafee, the manager of the bakery who works here for the last 54 years recalls the time when Allama Iqbal and Syed Mohkamud Din used to sit outside the shop on a "charpai". Dr Yar Mohammad and Maulana Zafar Ali Khan also used to be around off and on. "Several students of Government College used first to say salaam to Mohkam Sb. And then to go to their college." Declares Mohd. Shafee with much awe for his late employer.

Probably, it was the closeness with Hakim-ul-Ummat that led Mohkamud Din to play a very humanist role in the era of partition and the subsequent riots. His was the only Muslim shop among several Hindu shops. When Lahore Railway Station received trains filled with mutilated and humiliated dead bodies of Muslims, the Lahore-based Hindus (who had not done any-





المصادر

1۔ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ مکمل سیٹ۔

2۔مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ ناشر الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ۔

3۔تذکرہ

4۔تاریخ احمدیت مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد۔پہلی تین جلدیں۔

5۔لاہور تاریخ احمدیت مرتبہ شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل

6۔حیات طیبہ از شیخ عبدالقادر ایڈیشن دوم مارچ 1960ء

7۔سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایڈیشن دوم دسمبر 1939ء

8۔سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمدؓ

9۔تبلیغ رسالت از حضرت مسیح موعودؑ مطبع فاروق پریس قادیان۔

10۔حیات احمد از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ شائع کردہ اسلامی پریس حیدرآباد دکن انڈیا۔

11۔سیرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ مطبع خواجہ پریس بٹالہ تاریخ اشاعت 12مئی 1924ء

12۔سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت خلیفہ ثانیؓ مطبع وزیر ہند پریس امرتسر۔

13۔ذکر حبیب از مفتی محمد صادقؓ۔

14۔ہمارے سو سال۔سووئنیر جماعت احمدیہ لاہور۔

15۔اخبارات۔بدر،الحکم،الفضل

16۔مجدد اعظم از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔

17۔تاریخ لاہور از کہنیا لال ہندی مرتبہ کلب علی خان فائق شائع کردہ مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور۔

18۔نقوش لاہور نمبر فروری 1962ء ہر دو جلد شائع کردہ ادارہ فروغ اردو لاہور

- ''خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرادیں۔ میں انہیں جلتے ہوئے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے ہوئے تنوروں میں کود کر دکھادیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو میں اس وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہوجانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مرجاتا۔ خدا نے ہمیں اسلام کی تائید کے لئے کھڑا کیا ہے۔ خدا نے ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام بلند کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے۔

(اعلان المصلح الموعود بر موقع جلسہ اعلان پیشگوئی مصلح موعود بمقام پٹیالہ گراؤنڈ لاہور۔ الفضل مصلح موعود نمبر 18 فروری 1958ء ص 17)

- ''اے اہل لاہور! میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ میں تمہیں اس ازلی ابدی خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ جس نے تم سب کو پیدا کیا۔ تم مت سمجھو کہ اس وقت میں بول رہا ہوں اس وقت میں نہیں بلکہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔ میرے سامنے دین اسلام کے خلاف جو شخص بھی اپنی آواز بلند کرے گا اس کی آواز کو دبا دیا جائے گا۔ جو شخص میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ ذلیل کیا جائے گا وہ رسوا کیا جائے گا وہ تباہ و برباد کیا جائے گا۔ مگر خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ اسلام کی ترقی اور اس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد قائم کردے گا۔ میں ایک انسان ہوں میں آج بھی مرسکتا ہوں اور کل بھی مرسکتا ہوں۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں اس مقصد میں ناکام رہوں جس کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے... اگر دنیا کسی وقت دیکھ لے کہ اسلام مغلوب ہوگیا۔ اگر دنیا کسی وقت دیکھ لے کہ میرے ماننے والوں پر میرے انکار کرنے والے غالب آگئے تو بے شک تم سمجھ لو کہ میں ایک مفتری تھا لیکن اگر یہ خبر سچی نکلی تو تم خود سوچ لو۔ تمہارا کیا انجام ہوگا کہ تم نے خدا کی آواز میری زبان سے سنی اور پھر بھی اسے قبول نہ کیا۔''

(معرکہ آراء اعلان المصلح الموعود بر موقعہ جلسہ اعلان پیشگوئی مصلح موعود بمقام پٹیالہ گراؤنڈ لاہور از الفضل مصلح موعود نمبر 18 فروری 1958ء ص 18)